مینارۂ نور

آج کی مہذب دُنیا میں ہر ملک کے اصحاب فکر و دانش اور ارباب اقتدار نے اپنے اپنے ملک کے آئین و دساتیر مدوّن کر رکھے ہیں۔ ترقی اور نظم ملک کے لیے ہر حکومت اپنے دستور کو مینارۂ نور قرار دیتی ہے۔ مگر کسی ملک کے عوام اور حکمران دوسرے ملک کا دستور اپنا لینے پر آمادہ نہیں۔ سب کے دستور الگ الگ، سب کے راستے جُدا جُدا

اسی لیے دُنیا آتش انتشار کی لپیٹ میں ہے

انسان اپنے ہم جنسوں سے برسرِ پیکار ہے، ہر طرف تصادم ہے، خونریزی ہے۔ وہ دستور، جو بنی نوع انسان کو ایک وجود بنا دے، تشقق و افتراق کی دیواریں گرا دے، تمام انسان اس ایک ہی دستور کو اپنا کر کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں۔ وہ دستور ہے خالق و مالک نوع انسانی رب العٰلمین کا، جو اس نے چودہ سو سال پیشتر رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں ریگزارِ عرب کے قدوس بادشاہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا۔

دُنیا بھر کے انسانوں کی کوئی پارلیمنٹ اس خدائی دستور میں ترمیم کرسکنے کی اپنے اندر قیامت تک کبھی صلاحیت محسوس نہ کرے گی۔

عبدالرشید انصاری

۳ ستمبر ۷۶ء

۱۰ رمضان المبارک ۹۶ھ

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

شرک ہرگز نہ کرو

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ کَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِقْتَ،

ترجمہ: حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی۔ فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اگرچہ تو مارا جائے یا جلایا جائے۔

یہ سبق ایک مسلسل حدیث کا پہلا ٹکڑا ہے — اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ضروری دس وصیتیں ارشاد فرمائی ہیں جنہیں آنے والے شماروں میں پیش کریں گے۔

مندرجہ بالا ٹکڑے میں آپؐ نے یہ نصیحت کی ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ خواہ توحید پرستی کی وجہ سے کتنی ہی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں یہاں تک کہ کوئی مار ہی کیوں نہ ڈالے یا زندہ ہی کیوں نہ جلاوے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے قبل جس قدر اللہ تعالٰے کے نبی اور پیغمبر آئے سب نے اپنی قوم کو شرک اور بت پرستی سے روکا۔ انہیں جہالت سے نکالا اور علم کا نور دیا۔ کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی دکھائی۔ معبودانِ باطلہ کی پرستش کی بجائے ایک اللہ کی عبادت کرنے کی تلقین کی۔ انکار و سرکشی کی راہ سے ہٹا کر اطاعت و فرمانبرداری کی ہدایت کی۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک سب کے سب یہی تعلیم دیتے رہے کہ اللہ ایک ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانو، صرف اسی کو قادرِ مطلق، حاضر و ناظر، زندہ و قائم سمجھو لیکن اکثر لوگ اپنے باپ دادا کی راہ چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے۔ وہ برابر شرک اور بت پرستی کے باطل عقیدوں میں رہے۔ بالآخر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ نے قرآن مجید پیش کیا، لوگوں کو گمراہی سے روکا، سیدھا راستہ دکھایا اور سب سے بڑی غلطی یعنی بت پرستی سے باز کیا، ایک خدا کو ماننے پر زور دیا۔ اور بتایا کہ تمام گناہ کچھ نہ کچھ سزا بھگتنے کے بعد معاف ہو جائیں گے — لیکن شرک کسی قیمت پر معاف نہیں کیا جائے گا۔ توحید پرستی پر اس قدر زور کیوں دیا گیا؟ اس لیے کہ انسانی زندگی کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے۔ اعلیٰ اخلاق، صالح اعمال، نیک اقوال اور منصفانہ معاملات صرف اسی عقیدے پر مبنی ہیں۔ نیکی کی جزا اور بدی کی سزا کا خیال اور مشکلات میں سہارے کی امید صرف اسی عقیدے پر قائم ہے۔ احسان کی طرف رغبت اور ظلم سے نفرت، آخرت کا خوف اور رحمت کی توقع اسی عقیدے سے وابستہ ہے۔ آخرت میں سرخروئی اور کامیابی اسی پر منحصر ہے۔ اگر یہ عقیدہ موجود نہ ہو تو دنیا فتنہ و فساد، ہنگامہ و خونریزی، خود غرضی، طلب پرستی، لوٹ مار اور لڑائی جھگڑے کا گھر بن جائے۔

ان حالات کے پیشِ نظر توحید کا عقیدہ قائم رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ زندگی اسی سے قائم ہے لیکن اگر انسان کا ایمان نہیں اور ایمان کی بنیاد توحید پر نہیں تو زندگی کس کام لہٰذا اس عقیدہ کے لیے زندگی کو قربان کرنا بھی ٹھیک ہے

سردار داؤد کا دورۂ پاکستان

پڑوسی مسلم ملک افغانستان کے سربراہِ مملکت جناب سردار محمد داؤد خاں صاحب پاکستان تشریف لائے اور طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنا دورہ پورا کر کے واپس تشریف لے گئے۔ کچھ دن پہلے وزیر اعظم پاکستان نے افغانستان کا دورہ کیا تھا لیکن نہ ان کے افغانستان جانے سے اخوتِ اسلامی کا رشتہ استوار ہوا۔ اور نہ اب اُن کے آنے سے۔

دونوں ملکوں کے لوگ اتحادِ عقیدہ و فکر کے باوصف جب ایک دوسرے کے ذرائع ابلاغ سے انتہائی جارحانہ پروپیگنڈہ سنتے تو انہیں افسوس ہوتا اور ہونا بھی چاہیے۔ کیونکہ یہ بات افسوسناک ہی نہیں، شرمناک بھی ہے کہ دو ایسے ملک جن کی سرحدیں آپس میں ملتی جلتی ہوں اور جو ایک ہی عقیدہ و فکر کے علمبردار ہوں ان میں یہ بُعد اور منافرت؟

موجودہ دور کی برکات میں ایک برکت یہ بھی تھی کہ وہ پروپیگنڈا جو مدت مدید سے ہو رہا تھا۔ اس میں بہت زیادہ اضافہ ہوا اور اس نے ایسی شدت اختیار کر لی جسے ہر آدمی بری طرح محسوس کرتا تھا لیکن پھر یکایک یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ اور اِدھر اُدھر آنے جانے کے پروگرام سنائی دینے لگے۔ تو عوام نے قدرے اطمینان کا سانس لیا اور وہ سوچنے لگے کہ قیامِ پاکستان کے معاً بعد دنیائے سامراج کے بدترین مہرے مسٹر ظفر اللہ خان کے وزیرِ خارجہ بن جانے سے پاک افغان تعلقات میں جو کشیدگی پیدا ہو گئی تھی اور جو اب تک باقی ہے۔ شاید وہ ختم ہو جائے اور دونوں ملکوں کے عوام ایک دوسرے سے پیار محبت سے مل سکیں لیکن

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

بھٹو صاحب بھی گئے اور افغان سربراہ بھی آئے لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات!

بلکہ افغانی سربراہ کے دورہ کے آخری مرحلہ میں جو تقریریں ہوئیں وہ افسوسناک حد تک مایوس کن تھیں اور کروڑوں عوام جو کسی بشارت کے سننے کے لیے بے تاب تھے اسی طرح منہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ اور

اب اعلان ہوا کہ بھٹو صاحب ایک بار پھر افغانستان جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ افغانستان اور پاکستان کی لڑائی کی بنیاد کیا ہے؟

ایک بات جسے جھٹلانا مشکل ہے اور جس کی طرف ہم نے پہلے اشارہ کیا وہ سامراجی مہروں کا اس ملک میں شرمناک کھیل ہے۔ یہ مہرے ڈھکے چھپے نہیں جانے پہچانے تھے اور ہیں انہی میں ایک ظفراللہ تھا جس کی عقیدت کا مرکز قادیان تھا اور جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے مرزا غلام احمد قادیانی جیسے انسان کو اپنا مقتدا مانتا تھا۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی کو جس خطہ میں سب سے زیادہ ہزیمت اٹھانا پڑی وہ افغانستان ہے۔ مرزا نے اس زمانہ میں افغان سربراہ کو دعوت ایمان دی تو ان کا جواب واضح تھا:

"گر تو نبی است ایں جا بیا"

لیکن اس کے لیے وہاں جانا مشکل تھا اس لیے اپنے گماشتے بھیجے۔ افغانستان کی حکومت نے اپنے طور پر نہیں بلکہ خدائے بزرگ و برتر کے فرامین اور رسالت مآب کے ارشادات کے مطابق ان قادیانی ایجنٹوں کو نوک تلوار پر ہی نہیں رکھا بلکہ توپ سے اڑا دیئے۔ اس دن سے قادیانی امت کے دل میں افغانستان کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوئے اور جب پاکستان بنا تو وہ جوان تھے اور بدقسمتی سے انہیں یہاں وزارت خارجہ کی گدی مل گئی اور وہ انہوں نے جو خیر سے بلاشرکت غیرے ٹھیکیدار رہتے اور جن کی نظروں میں وہ علماء ربانیین اسلام کے صحیح ترجمان نہ تھے جو سراپا دین تھے۔

ظفراللہ نے اپنے نبی کے چیلوں کی افغانستان کے ہاتھوں پٹائی کا بدلہ لینے کے لیے چال چلی اور کمزور حکمران اس چال کو نہ روک سکے۔ نتیجہ اختلاف کی صورت میں سامنے آیا۔ ظفراللہ کے بعد اب تک اس قماش کے لوگوں سے ہمارا واسطہ ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ابتدائی دور میں پیدا ہونے والی تلخیاں جو جان بوجھ کر پیدا کی گئیں۔ باقی ہیں۔ اب جبکہ امید پیدا ہوئی تو مسلم عوام کی خوشیوں کی انتہا نہ تھی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ افغانستان دور غلامی میں ہمارا بہترین حلیف اور دوست تھا اور افغانستان ہی تھا جس نے ہمارے ہزاروں مہاجرین کو پناہ دی اور جہاں حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو بھیجا تاکہ تحریک آزادی اور منظم ہو لیکن یہ آمد و رفت کوئی پیغام مسرت نہ دے سکی، اور ہنوز معاملہ کھٹائی میں ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیائے سامراج کے گماشتے ابھی تک ہماری قسمت سے کھیل رہے ہیں۔

حیرت تو اس بات پر ہے کہ وہ اختلافات جن کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے اور جو ایسے سنگین ہیں کہ بار بار کی ملاقاتوں کے باوصف ختم نہیں ہو رہے بلکہ شاید ابھی ابتدا بھی نہیں ہوئی۔ ان کے ملک بھر میں کسی کو پتہ تک نہیں؟ آخر ملک کے عوام کو بھی تو بتلایا جائے کہ اختلافات ہیں کیا؟

مصیبت یہ ہے کہ ہمارے یہاں ہر دور میں ایسے حکمران رہے جنہوں نے اپنے کو عقل کل سمجھا نہ کبھی عوام کی پرواہ کی نہ ان کو اعتماد میں لینا پسند کیا اور آج کے عوامی دور میں اس مصیبت میں اور اضافہ ہو چکا ہے۔

صدر داؤد تشریف لائے تو استقبالی پروگراموں کا اتنا اہتمام کیا گیا جتنا شاید آج تک نہیں ہوا تھا۔ لیکن عوام یا ان کے کم از کم منتخب نمائندوں کو اعتماد میں لینا، ان کو کسی پروگرام میں شریک کرنا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہی وہ حرکات ہیں جن سے ملک میں چہ میگوئیاں ہوتی ہیں، افواہوں کا بازار گرم ہوتا ہے۔ اور مآل کار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ہم محض جذبہ اخوت اسلامی کے پیش نظر افغانستان و پاکستان کو فوری طور پر اس طرح دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی باہوں میں باہیں ڈالے ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ حکومت کوشاں ہے لیکن کوشش کس انداز سے ہو رہی ہے؟ کیا پیش رفت ہوئی؟ کیا نتائج برآمد ہوئے؟ اس کی خبر نہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ فوری طور پر کم از کم پارلیمنٹ کا خصوصی اجلاس بلوا کر اس میں تمام تفصیلات قوم کے

(باقی ص ۳۶ پر)

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

بزرگانِ محترم! معزز خواتین! آج کی معروضات جمعہ کا عنوان ہے "شب قدر اور اس کی برکات کیا ہیں"! قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت تلاوت کی گئی ہے سب سے پہلے اس کا ترجمہ سماعت فرمائیے ؛

"بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر۔ وہ صبح روشن ہونے تک سلامتی کی رات ہے"۔

مولانا عثمانی رح اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :—

"قرآن مجید لوح محفوظ سے سماء دنیا پر شب قدر میں اتارا گیا اور شاید اسی شب میں سماء دنیا سے پیغمبر علیہ السلام پر اترنا شروع ہوا۔"

اس رات میں نیکی کرنا ایسا ہے گویا ہزار مہینے تک نیکی کرتا رہا بلکہ اس سے بھی زائد۔ اللہ کے حکم سے روح القدس (حضرت جبرئیلؑ) بے شمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اترتے ہیں تاکہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں۔ اور ممکن ہے روح سے مراد فرشتوں کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہو۔

بہرحال اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔ انتظام عالم کے متعلق جو کام اس سال میں مقدر ہیں ان کے نفاذ کی تعیین کے لیے فرشتے آتے ہیں۔ یا مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سے امر خیر مراد ہو۔ یعنی ہر قسم کے امور خیر لے کر آسمان سے اترتے ہیں۔ وہ رات امن و چین اور دل جمعی کی رات ہے۔ اس میں اللہ والے لوگ عجیب و غریب طمانیت اور لذت و حلاوت اپنی عبادت کے اندر محسوس کرتے ہیں اور یہ اثر ہوتا ہے۔ نزول رحمت و برکت کا جو روح و ملائکہ کے توسط سے ظہور میں آتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس رات جبرئیلؑ اور فرشتے عابدین و ذاکرین پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں یعنی ان کے حق میں رحمت اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ شام سے صبح تک ساری رات یہی سلسلہ رہتا ہے۔ اس طرح وہ پوری رات مبارک ہے"۔

مولانا عثمانی رح آخر میں "تنبیہ" کے طور پر لکھتے ہیں :—

"قرآن سے معلوم ہوا کہ وہ رات رمضان شریف میں ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ اور حدیث صحیح نے بتایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں خصوصاً عشرہ کی طاق راتوں میں بھی ستائیسویں شب پر

گمان غالب ہُوا۔ واللہ اعلم۔ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ شب قدر ہمیشہ کے لیے کسی ایک رات میں متعین نہیں۔ ممکن ہے ایک رمضان میں کوئی رات، دوسرے میں دوسری۔

اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن کا مضمون مختلف ہے کہ اس ایک رات کی عبادت کو ہزار ماہ کی عبادت اور اس سے بھی زائد کیوں قرار دیا گیا اور اس انعام کا سبب کیا ہُوا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پہلی امّت کی عمروں کو دیکھا کہ ان کی عمریں بہت زیادہ ہیں اور آپؐ کی امّت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں۔ اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن ہے۔ اس سے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہُوا۔ اس کی تلافی اور ازالہ کے لیے یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جائیں اور ان کو عبادت میں گزار دے تو ہزار مہینوں کے تراسی سال اور چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ اللہ تعالیٰ کی کامل عبادت اور بندگی میں گزار دیا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہ کرامؓ کو اس پر رشک آیا تو اللہ جل قدرہٗ نے اس کی تلافی اور کمی کو پورا کرنے کے لیے اس رات کو مقرر فرمایا۔

تیسری حدیث جو اس مضمون سے متعلق ہے۔ اس کا ذکر کرنا بھی اس مقام پہ ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا۔ حضرت ایوبؑ، حضرت یوشعؑ، حضرت زکریاؑ اور حضرت حزقیلؑ کا۔ کہ یہ حضرات اسّی اسّی سال تک خدا کی عبادت میں منہمک رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اس پہ صحابہ کرامؓ کو حیرت ہوئی تو حضرت جبرئیلؑ اللہ کی جانب سے وحی لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ سورۃ القدر تھی۔

اس رات کی تعیین بھی کر دی جاتی لیکن بعض مصالح کی بناء پر اس کو معین نہیں کیا گیا۔ اوّل اس بناء پر کہ اس رات کی عبادت کے شوق میں زیادہ کثرت سے عبادت کر سکے اور عبادت کرنا اس کی طبیعت بن جائے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں اگر کسی شخص سے وہ رات کسی وجہ سے چھوٹ جاتی تو اس کو حد درجہ افسوس ہوتا اور پھر سال بھر باقی راتوں کی عبادت کو ترک کر کے بیٹھ جاتا کہ لیلۃ القدر تو حاصل ہوئی نہیں اب باقی راتوں کی عبادت کا کیا معنیٰ؟ اور بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر اس رات کی تعیین معلوم ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص گناہ یا معصیت کا کوئی کام کرتا۔ تو یہ بات بھی انتہائی تشویشناک اور اندیشہ ناک ہوتی۔

بہرحال اس رات کی بہت سی فضیلتیں اور اس کو پوشیدہ رکھنے میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔

اب وہ بابرکت مہینہ ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے جس کے آخری عشرہ میں یہ برکت و عظمت والی رات پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کے پورے مہینے میں اپنی یاد کی کثرت سے توفیق بخشے اور لیلۃ القدر کی برکات سے محروم نہ رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

ماخوذ من "الدر المنثور" — تحقیق: الامام جلال الدین السیوطی رح

قسط اوّل — تلخیص و ترتیب: زاہد الراشدی

"روزہ"

دوزخ سے ڈھال ● بے ریا عمل ● تندرستی کی علامت ● اور بے مثل عبادت

اسلام کے پانچ اصول

بخاری رح، مسلم رح، ترمذی رح، نسائی رح اور بیہقی رح نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (۱) توحید و رسالت کا اقرار (۲) نماز کا قیام (۳) زکوٰۃ کی ادائیگی (۴) رمضان المبارک کے روزے (۵) حج بیت اللہ

اذان کی ابتداء

احمد رح، ابوداؤد رح، ابن جریر رح، ابن المنذر رح، ابن ابی حاتم رح، حاکم رح اور بیہقی رح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نماز تین حالتوں سے گزری ہے اور روزہ بھی تین حالتوں سے گزرا ہے۔ نماز جن تین حالتوں سے گزری ہے وہ یہ ہیں (۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی پھر اللہ تعالےٰ نے بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا ہے (۲) پہلے لوگ نماز کے لئے اس طرح جمع ہوتے تھے کہ لوگ ایک دوسرے کو وقت نماز کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے حتیٰ کہ ایک روز انصار میں سے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں بلکہ نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص دو سبز کپڑے پہنے ہوئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے اللہ اکبر اللہ اکبر ..... (اذان) پڑھی پھر جب اس سے فارغ ہوا تو کچھ دیر ٹھہر کر وہی کلمات دھرائے لیکن حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دو مرتبہ پڑھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ کلمات بلال رض کو سکھا دو تاکہ وہ ان کے ساتھ لوگوں کو نماز کے لئے بلایا کرے حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اذان کہی اس کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے اور کہا یا رسول اللہ میں نے بھی وہی کچھ دیکھا ہے جو اس شخص نے (یعنی عبداللہ بن زید رض) دیکھا ہے لیکن وہ آپ کے پاس آنے میں مجھ پر سبقت کر گئے۔ اس طرح نماز کے لئے اذان کی ابتداء ہوئی (۳) پہلے لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے اور اگر کوئی شخص دیر سے آتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دو رکعتیں پڑھ چکے ہوتے تو وہ بعد میں آنے والا شخص نمازیوں میں سے کسی کے ساتھ سرگوشی کر کے پوچھ لیا کرتا تھا کہ کتنی رکعتیں ہو چکی ہیں اور وہ رکعتیں ادا کرنے کے بعد پھر نماز میں شامل ہوتا تھا ایک دفعہ میں (معاذ بن جبل رض) آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اقتداء میں صحابہ کرام رض کچھ نماز ادا کر چکے تھے میں آپ کے ساتھ شامل ہو گیا اور جو رکعتیں رہ گئی تھیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فراغت کے بعد ادا کیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض سے فرمایا کہ معاذ رض نے تمہارے لئے اچھے طریقے کی ابتداء کی ہے تم بھی ایسے ہی کیا کرو اور روزہ پر جو تین حال گزرے وہ یہ ہیں (۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر ماہ میں تین روزے اور عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا۔

۱۔ "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ"۔

۲۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس میں گنجائش تھی کہ جو شخص چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اس کے بعد دوسرا ارشاد باری تعالےٰ کا نازل ہوا "رمضان المبارک کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اس میں ہدایت کی واضح دلیلیں ہیں اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے پس تم میں سے جو شخص اس ماہ کو پالے وہ اس ماہ کے روزے رکھے" اس طرح اب یہ بات متعین ہو گئی کہ صحیح اور مقیم شخص رمضان کے روزے رکھے مسافر اور مریض کے لئے گنجائش ہے کہ وہ رمضان میں روزے نہ رکھیں بعد میں قضاء کر لیں اور جو ضعیف روزے کی بالکل طاقت نہیں رکھتا وہ ہر روزے کے بدلے مسکین کو کھانا کھلائے۔

۳۔ پہلے لوگ رمضان میں رات کو سونے سے پہلے کھانے پینے جماع وغیرہ

حوائج سے فارغ ہو جایا کرتے تھے اس کے بعد دوسرے روز مغرب تک مسلسل روزہ رکھتے اس دوران صرمتہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا وہ دن کو روزے کی حالت میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ ایک دن شام کو تھکے ہارے واپس آئے عشاء کی نماز کے بعد ذرا لیٹے تو نکھ لگ گئی اور کچھ کھا پی نہ سکے اس طرح دوسرے روز مغرب تک وہ اسی حالت میں رہے اور محنت مزدوری بھی دن کو کی اس سے انہیں سخت مشقت کا سامنا کرنا پڑا دوسرے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ماجرا سنایا اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو نیند کے بعد بیوی کے پاس چلے گئے صبح کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ عرض کیا اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا کہ "رمضان المبارک میں رات کے وقت بیویوں کے ساتھ میل جول تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے . . . . اور کھاؤ پیو حتیٰ کہ صبح کا سفید دھاگا رات کی سیاہ ڈوری سے الگ ہو جائے پھر روزے کو رات تک پورا کرو"۔

نصاریٰ کا روزہ

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "کما کتب علی الذین من قبلکم" سے مراد یہ ہے کہ عیسائیوں پر بھی رمضان المبارک کے روزے فرض کئے گئے تھے اور ان کے لئے حکم یہ تھا۔ کہ رات کو سونے کے بعد کھا پی نہیں سکتے تھے اور رمضان المبارک کے دوران نکاح نہیں کر سکتے تھے رمضان چونکہ مختلف موسموں میں بدل بدل کر آتا ہے اس لئے نصاریٰ پر موسم گرما میں رمضان کے روزے شاق گزرتے اس لئے انہوں نے سرما اور گرما کے درمیان کا موسم روزوں کے لئے متعین کر دیا اور یہ طے کیا کہ اس کی تلافی ہم بیس روزے زیادہ رکھ کر کریں گے اس لئے وہ پچاس روزے رکھتے ہیں۔

روزہ کی ابتداء

ابن ابی حاتمؒ "ضحاکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ پہلا روزہ حضرت نوح علیہ السلام نے رکھا اور ان کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ سنت مسلسل چلی آ رہی ہے۔

روزہ کا فدیہ

دارمیؒ، بخاریؒ، مسلمؒ ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ اور ابن جریرؒ نے حضرت خزیمۃ رضی اللہ عنہ سے اور ابوعوانہؒ ابن المنذرؒ ابن ابی حاتمؒ نحاسؒ ابن حبانؒ طبرانیؒ حاکم اور بیہقیؒ نے حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جو لوگ تم میں سے روزے کی طاقت رکھتے ہیں ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے" تو ہم میں سے جو چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ "جو شخص تم میں سے رمضان میں حاضر ہو وہ روزے رکھے" اور اس نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا (اور فدیہ کی اجازت صرف اس ضعیف و ناتواں شخص کے لئے باقی رہ گئی جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا)

ابن جریرؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ شیخ فانی جو روزے کی بالکل طاقت نہیں رکھتا اس آیت کریمہ میں اسے اجازت دی گئی ہے کہ وہ روزے نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

ابن ابی شیبہؒ عبد بن حمیدؒ ابو یعلیٰؒ ابن المنذرؒ دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ وفات سے ایک سال قبل جب روزے سے عاجز آ گئے تو انہوں نے ایک بڑے برتن میں ثرید تیار کرائی اور تیس ۳۰ مسکینوں کو بلا کر انہیں (دو وقت) کھانا کھلایا۔

روزہ کا ثواب

مالکؒ احمدؒ ابن ابی شیبہؒ بخاریؒ مسلمؒ ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ ابن خزیمہؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے ہر عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس شخص کو میں اپنی مرضی سے ثواب دوں گا جس نے میرے لئے کھانے پینے اور طبعی خواہش کو ترک کیا روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں ایک روزہ افطار کرتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی اور روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ شمار ہوتی ہے۔

روزہ ایک ڈھال

احمدؒ اور بیہقیؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ روزہ ایک ڈھال ہے جس کے ذریعہ بندہ آگ سے بچتا ہے اور روزہ خالص میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔

محکم ترین حدیث

بیہقیؒ ایوب بن حسان الواسطیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو حضرت سفیان بن عیینہؒ سے یہ سوال کرتے سنا کہ حضرت آپ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے بارے میں کیا خیال ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے مگر اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کا اجر میں خود دوں گا، سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا کہ یہ محکم ترین اور عمدہ ترین حدیث ہے

جب قیامت کے دن اللہ تعالےٰ بندوں کا حساب کریں گے۔
اور ایک شخص نے دوسروں پر جو ظلم کئے ہیں اس کی نیکیوں کو ان مظالم کے عوض مظلوموں کے حساب میں لکھ کر بدلہ پورا کریں گے تو سوائے روزہ کے اس کے کھاتے میں کوئی عمل باقی نہیں رہے گا اور اللہ تعالےٰ روزے کے بدلے اسے جنت میں داخل فرما دیں گے۔

روزہ دار کی خوشی

مالکؒ ابن ابی شیبہؒ احمدؒ بخاریؒ مسلمؒ اور نسائیؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے مگر روزہ خالص میرے لئے ہے اور اس کا اجر میں خود دوں گا اور روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو بیہودہ گوئی نہ کرے اور جھگڑا نہ کرے اور اگر کوئی اس سے گالی گلوچ کرے تو اس سے کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے روزدار کے منہ کی بو اللہ تعالےٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اسے روزہ افطار کرتے وقت ملتی ہے اور دوسری خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اللہ تعالےٰ سے ملاقات کرے گا۔

جنت کا دروازہ

ابن ابی شیبہؒ، احمدؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، نسائیؒ ابن خزیمہؒ اور بیہقیؒ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں ایک دروازہ کا نام باب الریان ہے اس سے روزہ دار جنت میں داخل ہوں گے ان کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہو سکے گا پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ اور وہ اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے اور جب آخری روزہ دار داخل ہوگا تو دروازہ بند ہو جائے گا اور اس کے بعد اس دروازے سے کوئی داخل نہیں ہو سکے گا ابن خزیمہؒ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اس دروازے میں داخل ہوگا جنت کا مشروب پیئے گا اور جو وہاں ایک دفعہ پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔

روزہ میں ریا نہیں

بیہقیؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ وسلم نے فرمایا روزہ میں ریا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ روزہ میرے لئے ہے اور جس نے میرے لئے کھانا پینا ترک کیا اسے میں خود اپنی مرضی سے اجر دوں گا۔

پچھلے گناہ معاف

ابن ابی شیبہؒ بخاریؒ، ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان المبارک کے روزے ایمان کی حالت میں نگرانی کے ساتھ رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

مقبول دعا

نسائیؒ اور بیہقیؒ حضرت عمرو بن شعیبؒ کے داداؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، افطار کے وقت روزہ دار کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

نیند بھی عبادت

بیہقیؒ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کی نیند عبادت ہے اس کی خاموشی تسبیح ہے اس کے عمل کا ثواب دگنا کیا جاتا ہے۔ اس کی دعا قبول کی جاتی ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

جنت کا کھانا

بیہقیؒ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو روزے نے ایسے کھانے پینے سے روکا۔ جس کی اسے خواہش تھی اللہ تعالےٰ اسے جنت کے میوے کھلائیں گے اور جنت کی شراب پلائیں گے۔

روزہ اور تندرستی

بیہقیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو بتا دیں کہ جس شخص نے میری رضاء حاصل کرنے کے لئے روزہ رکھا میں اس کے جسم کو صحت مند رکھوں گا اور اس کو بڑا اجر دوں گا

غیب سے ندا

ابن ابی شیبہؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ کسی غزوہ پر جاتے ہوئے دریا میں کشتی پر سوار تھے کہ ایک ندا آئی اے کشتی والو اپنی حالت کی خبر دو حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ فرماتے ہیں میں نے آواز دی تم دیکھتے نہیں کہ ہوا ہمارے لئے خوشگوار ہے بادبان اٹھے ہوئے ہیں اور کشتی دریا کے درمیان چل رہی ہے پھر ندا آئی کیا میں تمہیں اللہ تعالےٰ کے ایک فیصلہ کی خبر نہ دوں جو اس نے خود پر ضروری کر لیا ہے میں نے کہا ضرور بتاؤ ندا دینے والے نے کہا اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالےٰ کے لئے دنیا میں ایک دن پیاس برداشت کرے گا اللہ تعالےٰ اسے قیامت کے دن ضرور پانی پلائیں گے۔

بے مثل عمل

احمدؒ، نسائیؒ ابن خزیمہؒ ابن حبانؒ حاکمؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کیا یا رسول اللہ مجھے کسی ایسے

(باقی صہ ۱۹ پر)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ
مشتاق احمد حلیمی
ایم اے

تصوف کا اصل اور منبع

امام غزالیؒ جیسا بالغ نظر اور نابغۂ روزگار دشمن کے ان حملوں سے بے خبر نہیں تھا۔ اسے ہر بیماری کا علم رہتا تھا اور وہ ہر وقت ان کے دفعیہ کے لئے تریاق ساتھ رکھتا تھا۔ آپ کی کتابیں پڑھنے سے ان اعتراضات کا جواب خود بخود مل جاتا ہے۔ امام صاحب کے جوابات کا خلاصہ یہ ہے۔

اونی لباس :۔ اصل بات تو یہ ہے کہ یہ لباس صوفیہ کی کوئی خصوصیت نہیں، اگر اسے مان بھی لیا جائے پھر بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کا رواج اسلامی تصوف میں بتمام و کمال عیسائیت سے ماخوذ نہیں۔ بلکہ اس کی اصل خود اسلام میں موجود ہے۔ ایسا لباس خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ قرآن میں آپ کو مزمل (کملی والے) کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ کملی کا تعلق اون یا پشمینے سے ہوتا ہے یافعیؒ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صوف کے لباس میں تھے۔ بعض صحابہؓ بھی اونی لباس آپؐ کی دیکھا دیکھی پہنا کرتے تھے۔

صومعہ و دیر :۔ قبل از بعثت آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں متواتر کئی کئی دن تک مراقبہ و مجاہدہ میں مصروف رہتے تھے بعد از بعثت بھی آپ رمضان المبارک میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے معلوم ہوا کہ حجرے اور خانقاہوں کا رواج صومعہ و دیر کی نقل نہیں بلکہ آپؐ کے غارِ حرا اور رمضان کے اعتکاف کی نقل ہے۔

حبِ الٰہی :۔ اسلام نے اپنی بنیاد حبِ الٰہی پر رکھی ہے۔ چنانچہ یہ نظریہ اسلامی تصوف میں بڑی اہمیت رکھتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے والذین اٰمنوا اشد حبا للہ۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

فقر :۔ یہ بھی تصوفِ اسلامی کا بہت اہم نظریہ ہے اس کا ماخذ بھی اسلام ہی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے۔
یا ایہا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید حدیث میں ہے۔ الفقر فخری۔ اسلامی تصوف کا فقر دل میں قوت اور شانِ بے نیازی پیدا کرتا ہے اس کے برعکس مسیحی تصوف کا فقر گداگری اور مفلسی کے مترادف ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلامی تصوف کا فقر مسیحی تصوف کے فقر سے ماخوذ نہیں ہے۔

ترکِ دنیا :۔ عیسائیت میں ترکِ دنیا کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا و ما فیہا سے بالکل قطع تعلق کر کے سماجی، معاشرتی اور معاشی زندگی سے بری الذمہ ہو کر غار و کوہ میں مجرد زندگی بسر کی جائے۔ اس کے برعکس اسلامی تصوف کسی حال میں بھی دنیا و ما فیہا سے کلی طور پر قطع تعلق کی ہرگز اجازت نہیں دیتا بلکہ اس کا حکم یہ ہے۔ کہ دنیا میں رہ کر آخرت کا کام سرانجام دیا جائے، سماجی، معاشرتی اور معاشی فرائض کما حقہٗ انجام دے کر آخرت کی کوشش میں لگا رہنا چاہئے اسلام کے تمام صحیح صوفیاء ایسا ہی کرتے رہے، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ان شواہد کی روشنی میں اسلامی تصوف کا یہ نظریہ عیسائی تصوف سے ماخوذ ہوا۔

ذکرِ الٰہی :۔ قرآن پاک جگہ جگہ ذکر الٰہی کی تعلیم دیتا ہے، جیسے فاذکرونی اذکرکم۔ احادیثِ نبویہ اسی تعلیم سے لبریز ہیں۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس حالت میں بھی عیسائی تصوف کا اثر دخل ہو۔

ایثار :۔ ایثار اور ہمدردی مسلمانوں کا خاص شیوہ ہے۔ حضور اور صحابہ کرام نے، مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی پھر اہلِ مدینہ نے مکہ سے آنے والوں کے ساتھ ایثار کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ قرآن مجید میں ہے ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ

قناعت :۔ اس کا ماخذ بھی اسلام ہے۔ قناعت حضور علیہ السلام کا عمل اور آپ کی تعلیم تھی۔ حدیث میں ہے اس شخص کو بشارت ہو جسے اللہ نے اسلام لانے کی توفیق دی۔ بقدر کفایت رزق عطا کیا اور اس نے اس پر قناعت کی۔

(باقی آئندہ)

ہمارے اسلاف

امام انقلاب مولانا سندھیؒ اور امیر شریعت بخاریؒ

ایڈیٹر کے قلم سے!

ماہ اگست میں دوسرے ہزارہا لوگوں کے علاوہ دو ایسے بزرگ دنیا سے رخصت ہوئے جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ میری مراد امام انقلاب مولانا سندھیؒ اور امیر شریعت بخاریؒ صاحب سے ہے ان میں سے پہلے بزرگ مولانا سندھیؒ کو دنیا سے رخصت ہوئے تینتیس سال سے زائد عرصہ ہونے کو ہے جبکہ بخاری صاحب کو بھی دنیا سے رخصت ہوئے ۱۵ سال ہو گئے۔ لیکن اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی ان بزرگوں کی یاد بے لاکھوں انسانوں کے دل میں موجود ہیں اور جب بھی ان کا نام آتا ہے تو گردنیں عقیدت و احترام سے جھک جاتی ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ ان حضرات نے زندگی اس طرح گزاری جو منشائے ربانی تھا۔ اور جب انہوں نے منشائے ربانی کے مطابق زندگی گزاری تو قدرت ان پر مہربان ہوئی اور اپنی محبت سے انہیں نوازا یہی محبت سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے پہلے ملائکہ تک پہنچی اور شدہ شدہ اہل زمین کے دلوں میں اس کو ڈالا گیا۔

★

حضرت مولانا سندھیؒ سیالکوٹ کے سکھ گھرانے کے فرد تھے لیکن ڈیرہ غازی خان کے علاقے میں اپنے اعزہ کے یہاں مقیم تھے۔ اتنا ذہین و فطین انسان کفر کی آغوش میں رہتا اور کفر کا نمائندہ بنتا؟ اللہ کو یہ منظور نہ تھا چنانچہ قدرت ان پہ مہربان ہوئی اور ان کا دل اسلام کی طرف پھیر دیا۔ ایک نومسلم پنڈت عبیداللہ صاحب مرحوم کی کتاب تحفۃ الہند اور حضرت الامام السید محمد اسماعیل شہید دہلوی کی طرف منسوب کتاب تقویۃ الایمان ان کے ایمان کا باعث بنیں لیکن آبائی طور طریقوں کا ترک کوئی معمولی جرم نہ تھا۔ اس جرم کی پاداش میں انہیں بہت بڑی قربانی دینی پڑی تاہم جس خدا نے انہیں نور ہدایت سے نوازا اسی نے استقامت بھی دی اور وہ ہر تکلیف و زحمت برداشت کرتے رہے تا آنکہ اپنے خدا کے یہاں سرخرو ہو کر پہنچ گئے۔

حضرت سید العارفین حافظ محمد صدیق بھرچونڈی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت دین پوری اور حضرت امروٹی جیسے عظیم انسانوں کے پیر و مرشد تھے آپ کی ابتدائی رہنمائی کا باعث بنے اور یہ رہنمائی بالآخر حضرت شیخ الہندؒ کے قدموں میں آپ کو دیوبند لے گئی۔

حضرت شیخ الہندؒ بیسویں صدی عیسوی کے وہ نابغہ تھے جنہیں حضرت حاجی امداد اللہ، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی قدس اللہ اسرارھم جیسے حضرات سے کسب فیض کا موقع ملا۔ اور پھر جنہیں بقول مفتی محمود ایسے شاگرد ملے جن کی مثال تاریخ میں حضرت الامام ابوحنیفہؒ کے بعد مشکل ہے۔ شیخ الہندؒ نے اس گوہر نایاب کو گلے لگا لیا اور محسوس کر لیا کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ العزیز اور آپ سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے دور سے جو تحریک اسلام بپا ہے اور جو مختلف ادوار سے گزرنے کے بعد حضرت نانوتویؒ وغیرہ کے ذریعہ ان تک پہنچی تھی۔ اس کی تکمیل کے لیے اس انسان میں صلاحیتیں موجود ہیں۔ چنانچہ پہلے تو آپ سے دیوبند اور دہلی میں کام لیا اور بعد میں دہلی کا کام شیخ التفسیر حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے سپرد کروا کے ان کو خارجی سطح پر اپنا نمائندہ بنا کر کابل بھیج دیا۔ کابل کا سات سالہ قیام ایک داستان ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہی حالات افغانستان کی انگریزیت سے نجات و حفاظت کا باعث بنے۔ جبھی تو افغانستان کے ذمہ دار حضرات حضرت شیخ الہندؒ کو "نور" سے تشبیہ دیتے۔ افغانستان کے

بعد روس اور ترکی اور اٹلی ہوتے ہوئے مکہ معظمہ میں قیام فرمایا۔ درمیانی منزلوں پر آپ نے جدید دنیا کا مطالعہ کیا اور دنیا میں ابھرنے والے نظاموں کا تنقیدی نظر سے جائزہ لیا پھر ان کا اسلام سے تقابل کر کے اسلام کی خوبیوں اور دوسرے افکار کی کمزوریوں کا واضح اظہار کیا۔ حتیٰ کہ مخالفین کو منوایا جیسا کہ روس میں ہوا۔ مکہ معظمہ میں قرآن کریم اور حجۃ اللہ کا درس ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا اور آپ نے فکر ولی اللہی کو اس مرکزی شہر میں بیٹھ کر ساری دنیا میں پھیلایا اور جب آپ کی ہندوستان واپسی ہوئی ۲۵ سال بعد تو حالات ہی دگرگوں تھے۔ دوسری جنگ کے نقشے اور اندرون ملک کی افراتفری ان پر مولانا کا رنج ظاہر تھا وہ ایک پیغام لے کر آئے تھے لیکن درآمد شدہ لیڈروں کے جذباتی نعرے قوم کی قوم کو لپیٹ میں لے چکے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا کی کسی نے نہ سنی اور وہ اس عالم میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ان کے افکار ہی ان کے وارث ہیں جن کی آج قدر ہوتی ہے۔ اے کاش! جب ہم نے احساس کیا ہوتا لیکن :-

اب پچھتاوے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

شاہ جی شاہ جی تھے۔ حضرت الامام السید محمد انور شاہ کاشمیریؒ نے پانصد علماء کے ساتھ انہیں امیر شریعت بنا دیا۔ بیعت بھی کر لی اور انہوں نے اس اعزاز کی ہر حال میں لاج رکھی۔

بقول مفتی محمود وہ سراپا استقامت تھے اور آج کے دور میں استقامت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

انگریز اور انگریز کے گماشتوں سے شاہ جی کی نفرت سے ہر کوئی واقف ہے۔ اس نفرت کا اندازہ اس جملہ سے ہو سکتا ہے کہ :-

"میں ان سؤروں کا ریوڑ چرانے کو تیار ہوں
جو بدبخت امپریلیزم کی کھیتی ویران کرنا چاہیں"

فرماتے کہ مجھے محبت ہے تو قرآن سے اور نفرت ہے تو انگریز سے۔ دس سال کے قریب جیل کی نذر ہو گئے اور جنازہ اٹھا تو کرایہ کے مکان سے۔ دنیا سے بے نیازی کا عجیب عالم تھا۔ لاہور کے ایک مخیر اور مخلص دوست نے ہزاروں کی تعداد میں رقم پیش کر کے مکان کا عرض کیا تو ٹال گئے اور ان کو توجہ دلائی تو انہوں نے سارا سرمایہ ملتان کی ایک مسجد پر لگا دیا۔ جس میں عصر کی نماز تو آپ ہر حال میں پڑھتے۔

شاہ جی حافظ تھے، قاری تھے، درس نظامی مکمل پڑھا۔ صرف دورۂ حدیث کا غالباً موقعہ نہیں ملا لیکن دورہ سے قبل حدیث کی ایک آدھ کتاب جو شامل نصاب ہے تو پڑھی ہی تھی۔ اس سے فکر و نظر کے دروازے کھل گئے۔ خدا نے اتنا عبور دیا کہ بڑے بڑے ان کے مقابل نہیں ٹھہر سکتے تھے۔

قادیانیت کا تعاقب ان کا اہم مشن تھا۔ اور یہ ان ہی کا جگر اور سوجھ تھی کہ کادیان میں جا کر مرزا محمود کو للکارا اور پاکستان کے بعد چنیوٹ میں جا کر ان کا باقاعدہ تعاقب کیا نیز مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھ کر تحریک کو منظم کر دیا۔ ان ہی کی منظم کردہ تحریک ۱۹۵۳ء میں کامیابی تک پہنچی۔

شاہ جی کو قدرت نے مولانا حبیب الرحمٰن، چودھری افضل حق، ماسٹر تاج الدین، شیخ حسام الدین، مولانا محمد علی، قاضی احسان احمد جیسے رفقاء دیے جو اپنی ذات میں بڑی حیثیتوں کے مالک بلکہ ان میں سے ہر ایک ایک ادارہ تھا۔ ان جی دار اور بہادر لوگوں نے ایثار و قربانی، عزم و عمل اور دلیری و بہادری کی ایک روایت قائم کی جس کی شاید مثال نہ مل سکے۔

ان حضرات کی سیاسی سوچ انگریزی مفادات سے ٹکراتی تھی اور انگریز کو ایسے مہرے مل گئے تھے جو اسلام کا نام لے کر اس کے مفادات کے محافظ تھے۔ اس لیے یہ لوگ آج تک معتوب ہیں لیکن شعور و عقل سے بے بہرہ اور غیروں کے لیے سرگرم عمل افراد کی یہاں چاندی ہے تاہم وہ دن دور نہیں جب ساری قوم ان حضرات کی قبروں پر جا کر اپنی غلطیوں کی معافی مانگے گی حقیقت یہ ہے کہ آج کے دور میں جو پریشانیاں ہیں ان کے اسباب میں ان اہل حق کی بے رحم مخالفت کو بڑا دخل ہے وہ تو طاب حیاً و طاب میتاً کا مصداق ہو گئے۔

پیش کش: جناب ظہور احمد صاحب ۱۰ ترتیب: علوی

احسن القصص

افادات: حضرت مولانا علّامہ نور الحسن پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ ۔۔۔۔ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

لیجیے حضرات! پہلے بامحاورہ اور تشریحی ترجمہ سماعت فرمایئے اور اس کے بعد تفسیر۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ۔ ادھر ایک قافلہ آ گیا جس نے اپنے سقے کو پانی کے لیے بھیجا۔ سقے نے اپنا ڈول ڈالا قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ۔ سقے نے کہا۔ واہ رے خوشخبری، یہ ایک لڑکا نکل آیا۔ فَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً۔ اور یوسف علیہ السلام کو سامان تجارت قرار دے کر انہوں نے چھپا لیا۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ۔ اور جو کچھ وہ کر رہے تھے اللہ تعالےٰ اس سے پوری طرح واقف و آگاہ تھے۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ۔ اور انہوں نے معمولی سی قیمت یعنی گنتی کے درہموں کے عوض یوسف علیہ السلام کو بیچ ڈالا اور وہ ان کے بارے میں بے رغبتی رکھنے والے تھے ہی۔ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ آل مصر میں سے جس آدمی نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو آرام اور عزت سے رکھو۔ کیا بعید ہے کہ مستقبل میں یہ ہمارے لیے مفید ہو یا ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں۔ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ اور اس طرح سرزمین مصر میں ہم نے یوسف (علیہ السلام) کے پاؤں جما دیے۔ تاکہ ہم باتوں کو ٹھکانے پر لگانا انہیں سکھا دیں۔ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ اللہ تعالےٰ اپنے ہر کام میں غالب ہے لیکن اکثر لوگ اس راز کو نہیں جانتے۔

لیجیے حضرات! اب آپ تفسیر سماعت فرمایئے۔ وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ۔ سیارہ سیر سے ہے۔ آج کل کی زبان میں تو سیارہ کار کو کہتے ہیں، موٹر کو کہتے ہیں۔ لیکن اصل اس کا سیر ہے۔ سیر کے معنیٰ ہوتے ہیں چلنے کے۔ صرف اتنا فرق ہے اردو اور عربی کے استعمال میں کہ اردو میں ہم اسے تفریح کے معنوں میں لیتے ہیں کہ صاحب وہ سیر کرنے گئے۔ عربی میں چاہے تفریح کے لیے چلنا ہو چاہے عام طور پر چلنا ہو اس کو سیر کہتے ہیں اور سیارہ، چلنے والی جماعت، جسے ہم قافلہ کہتے ہیں۔ اور فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ میں وَارِدَ اس کا مادہ ہے۔ و۔ ر۔ اور دال۔ اصل اس کے معنے ہوتے ہیں و۔ ر۔ اور دال کے پانی پہ اترنا، پانی پہ آنا۔ گھاٹ جو ہوتا تھا پانی کا۔ ایک رستہ تھا جس میں مویشی لاتے تھے اور دوسرا رستہ تھا جس سے نکال لے جاتے تھے۔ اس لیے کہ اگر اسی راستے سے یہ واپس جا رہے ہوں اور وہ آ رہے ہوں تو اکثر گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ جہاں سے داخل ہوتے تھے اس کو مورد کہتے تھے اور جہاں سے نکلتے تھے گھاٹ سے اُسے مصدر کہتے۔ تو اصل واؤ، را اور دال کے معنیٰ

ہے۔ ہم نہیں جانتے بعض اوقات انسان یہ محسوس کرتا ہے۔ کہ یہ حالات جن سے میں گزر رہا ہوں بڑے تنگی کے حالات ہیں، بڑے تلخی کے حالات ہیں۔ حالانکہ جس منزل اور مقصد تک وہ پہنچنا چاہتا ہے اور جس کے لیے وہ دعائیں کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسی راہ سے اس کو پہنچانا چاہتے ہیں۔ انسان اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا ہے کہ میں یہ جو کر رہا ہوں یہ میرے حق میں مفید ہے یا مضر ہے اللہ تعالےٰ جو کرتے ہیں وہ صحیح ہوتا ہے۔ دیکھیں یہاں کیا ہو رہا ہے۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ۔ جو کچھ وہ کر رہے تھے، وہ سب کچھ اللہ کی نگاہ میں تھا۔ اللہ سبحانہٗ و تعالےٰ اس سے پوری طرح واقف و آگاہ تھے۔ وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاھِمَ مَعْدُوْدَۃٍ۔ معمولی سی قیمت یعنی گنتی کے درھموں کے بدلے انہوں نے یوسف علیہ السلام کو بیچ ڈالا۔

آپ سماعت فرما چکے ہیں کہ بھائیوں نے بیچا تھا دوسری روایت یہ ہے کہ ایک قافلہ صنعائے یمن سے آرہا تھا جس کو تورات نے یہ کہا ہے کہ وہ مدین کے رہنے والے تھے۔ وہ مدیانی پہلے پہنچے اور انہوں نے سقہ کو پہلے بھیجا۔ اس سقے نے نکال لیا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، ادھر سے قافلہ اسمٰعیلیوں کا آگیا تو مدیانی جو تھے انہوں نے اسماعیلیوں کے ہاتھ ان کو بیچ دیا۔

اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دو مرتبہ بکنا پڑا ایک تو وہاں صحرا میں بھائیوں نے بیچا۔ دوم یہ کہ جب یہ مدیانی یا اسماعیلی انہیں لے کر مصر میں پہنچے، مصر میں پھر ان کا سودا ہوا۔ دو مرتبہ سودا ہوا۔ یہاں بھی ہوا ہے۔ کوڑیوں کے مول بکے وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاھِمَ مَعْدُوْدَۃٍ۔ بڑی عبرت کی بات ہے۔ آپ اندازہ فرمائیے کہ بعض اوقات ہم کسی انسان کی یا کسی چیز کی قیمت کتنی معمولی قرار دیتے ہیں اور واقعہ میں وہ کتنی اہمیت کی ہوتی ہے اور اس لحاظ سے تو ضرور عبرت پکڑیے کہ ہم میں سے کوئی صاحب ایسا ہوگا جس کو حالات تلخی کے درپیش نہ ہوں۔ اس میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی جانب سے بڑی حوصلہ افزائی ہے وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ جس راہ سے لے جایا جا رہا ہے۔ جسے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تنگی کی راہ ہے۔ تنگی کی راہ نہیں بلکہ وسعت کی راہ ہے۔ اس لیے کہ وسعت کی منزل تک پہنچاتی ہے۔ بھائیوں نے یوسف کو بیچا۔ معمولی سی قیمت یعنی اٹھارہ یا بیس درھموں کے عوض بیچ ڈالا۔ اتنے کم میں کیوں بیچا؟ وَکَانُوْا فِیْہِ مِنَ الزَّاھِدِیْنَ۔ انہیں رغبت کیا تھی۔ تو بے رغبتی رکھنے والے کے لیے تو بیکار تھی۔ یہ جو اٹھارہ درہم مل گئے، اٹھارہ چونیاں مل گئیں یا بیس چونیاں مل گئیں۔ یہ بھی فی الحقیقت ان کے لیے غنیمت ہیں۔ اس لیے کہ فرض کریجیے وہ کچھ بھی نہ دیتے تو یہ کیا کرتے۔ انہوں نے اپنا مال واپس تھوڑا ہی لے جانا تھا۔ وہ تو چاہتے تھے کہ مال نظروں سے اوجھل ہو اس لیے کہ یہ تو بے رغبتی رکھنے والے تھے، بیزار تھے اس سے۔

لیجیے حضرات! حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قافلہ لے کر کے مصر کے بازار میں پہنچا۔ وہاں بردہ فروشی کی منڈی تھی، جیسے گائے بکری کی منڈیاں لگتی ہیں اسی طرح سے انسانوں کی منڈیاں بھی تھیں۔ غلاموں کا کاروبار بھی تھا۔ یہ روایت کرتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس منڈی میں لے گئے اس قافلے کے لوگ۔ وہاں ایک آدمی نے خریدا۔ یہ آدمی کون تھا؟ قرآن نے اسے عزیز کہا۔ لیکن قرآن کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ عزیز اس کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے عہدے کا نام تھا۔ اس لیے کہ آگے چل کر کے آپ سماعت فرمائیں گے تیرھویں پارے میں کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کے بھائیوں نے خطاب کیا ہے تو کہا ہے یَا اَیُّھَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَہٗ اَبًا شَیْخًا کَبِیْرًا۔ اے عزیز! اس کا باپ ہے اور بہت بوڑھا ہے۔ تو دیکھا آپ نے غور فرمایا کہ یوسف علیہ السلام جب اس مرتبہ کو پہنچے جو مرتبہ اس شخص کا ہے تو ان کو بھی عزیز کہا ہے۔ تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ جو

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

ہیں کھلا کھرا کریں، اس کو بیچیں، اگر ہم سے لیا گیا تو ہمارا نقصان ہوگا، زیاں ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اسے چھپا لیا۔ آگے قرآن کا بیان ہے۔ جہاں یہ آیت ختم ہوتی ہے۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خرید و فروخت۔

یہ خرید و فروخت کہاں ہوئی؟ اصل مسئلہ یہ ہے۔

پہلی بات تو میں آپ سے عرض کر رہا تھا۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی وہاں موجود تھے۔ وہ قافلہ آیا۔ اس نے پڑاؤ ڈالا۔ قافلے والوں نے یہ خیال کیا ہوگا یا سقے نے یہ خیال کیا ہوگا۔ کسی کو کیا خبر، کیا نکلا۔ اسے جا کر کے چھپا لیا۔ وہ تو دیکھ رہے تھے۔ وہ جانتے تھے۔ یہاں سے یوسف کو انہوں نے نکالا ہے اور ابھی قید میں لے گئے ہیں۔ یہ اس کی تلاش میں نکلے، یوسف کی تلاش میں، آخر تلاش کر لیا۔ اب یہ تلاش اس لیے تو نہیں کہ اُسے واپس گھر لے جانا چاہتے ہیں اگر واپس گھر لے جانا ہوتا تو اسے یہاں پھینکنے کیوں آتے۔ انہوں نے، بھائیوں نے قافلے والوں سے کہا کہ یہ جو لڑکا ہے ہمارا غلام ہے لیکن اس کو بھاگنے کی عادت ہے۔ اس واسطے ہم اسے رکھنا نہیں چاہتے اور تمہیں یہ کہتے ہیں کہ ایک تو اس کو تمہارے ہاتھ پہ بیچیں گے زیادہ پیسے نہیں لیں گے۔ ہم نے اس کو بیچنا ہے، بھاگنے والا لڑکا ہے۔ اس کی زیادہ قیمت ہم نے کیا وصول کرنا ہے۔ لیکن تمہیں بھی یہ کہتے ہیں کہ تم اس کی نگرانی کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پر کوئی بھروسہ یا اعتماد کر بیٹھیں اور یہ پھر واپس باپ کے پاس پہنچ جائے۔ اور اس کو اس لپیٹ میں پیش کر رہے ہیں۔ کہ غلام کو چونکہ بھاگنے کی عادت ہے اس واسطے اس کی حفاظت کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سے بھاگ جائے۔ جس طرح کہ ہم سے بھاگ گیا۔ قافلے والوں نے کہا اس کے کتنے درہم ہوں گے؟ جب تم کہتے ہو کہ یہ ہمارا غلام ہے۔

اس میں پھر تاریخی روایات آگے مختلف ہیں۔ قرآن نے تو صرف یہ کہا ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ۔ معمولی سی قیمت یعنی گنتی کے درہموں میں انہوں نے یوسف کو بیچ ڈالا۔ لیکن تورات کا بیان اس بارے میں اور تاریخ کا بیان اس بارے میں یوں مختلف ہے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ بیس درہم ہونے چاہئیں۔ بیس درہموں کا مطلب ہے بیس چونیاں۔

اور ایک بیان یہ ہے کہ ان کو اٹھارہ چونیوں میں بیچ دیا۔ نو بھائیوں نے دو دو چونیاں لے لیں۔ وہ جو یہودا تھا جس نے کہا تھا۔ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ۔ اس یہودا نے کہا کہ میں نہیں لوں گا۔ نو بھائی تھے اٹھارہ چونیاں تھیں ہر ایک نے دو دو چونیاں یعنی آٹھ آٹھ آنے لے لیے اور یوسف علیہ السلام کی قیمت پوری ہوگئی۔

یہودا ہی کے بارے میں آتا ہے کہ کھانے کا بھی وہی انتظام کرتا تھا۔ اور دو تین دن کھانا وہی پہنچاتا رہا۔

ادھر یہ سب کچھ ہو رہا تھا ادھر قرآن کہتا ہے وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ۔ یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوئیں میں ڈالا گیا۔ سقے نے آ کر اس کو نکالا اور قافلے والوں نے اسے مال تجارت قرار دے کر چھپا لیا کہ آگے اس کو بیچیں۔ انہوں نے کہا یہ ہمارا غلام ہے۔ اس کو بھاگنے کی عادت ہے ہم اس کو سستے داموں بیچنا چاہتے ہیں۔ سودا ہو گیا۔ یہ ساری باتیں ہوگئیں لیکن اللہ کی نگاہ سے اوجھل نہیں تھے۔ بھائی بے وطن کرنا چاہتے ہیں۔

بہت خوب کہا ایک صاحب نے کہ بھائی اسے بے وطن کرنا چاہتے ہیں۔ قافلے والے ذریعہ ثمن کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی قیمت وصول کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے شاہِ زمن بنانا چاہتے ہیں۔

اب آپ یہ غور فرمائیے۔ کہ یوسف علیہ السلام کے بارے میں آپ سب حضرات کے ذہن میں یہ بات موجود ہے کہ الحمد للہ ان کو سب مصیبتوں سے نجات ہو گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکومت اور سلطنت تک پہنچایا تھا۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ جس راہ سے ان کو لے جایا جا رہا تھا یہ حکومت و سلطنت تک پہنچاتی ہے۔ یہ تو اللہ کی حکمت و مصلحت

ہیں پانی میں اترنے کے۔ تو وارد پانی میں اترنے والا یا پانی کو لانے والا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کا ترجمہ سقہ کیا ہے۔ اس لیے کہ سقہ اس کو کہتے ہیں جو پانی بھر کر لاتا ہے۔

آپ سماعت فرما چکے ہیں کہ برادرانِ یوسف جھوٹ موٹ کا خون حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیض پر لگا کر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ انہیں بھیڑیے نے کھا لیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا بلکہ صاف کہا کہ یہ بات تم نے اپنے جی سے بنا لی ہے۔

بہرحال جو گزری سو گزری حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے لیے سوائے اس کے کیا ہے۔ کہ میں صبر جمیل سے کام لوں۔ اور صبر جمیل سے کام لینا۔ یہ میری استطاعت، میری بساط میں کہاں ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ جس طرح کے واقعات اور جیسے حالات تم بیان کرتے ہو، اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں کہ وہ مجھ کو صبر کرنے کی توفیق دے۔ یہ بات ان کے گھر میں تو اس طور پر ہوئی۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو کنوئیں میں ڈال آئے۔ تورات کے بیان سے اور تواریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا آپ کل سماعت فرما چکے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کو تقریباً تین دنوں تک اس کنوئیں میں رہنا پڑا۔ ان کے بھائی روز وہاں جاتے تھے۔ بلکہ تورات کے بیان سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کھانے پینے کے لیے بھی کچھ لے جاتے تھے۔ مقصود ان کا اغلاق یا قتل نہ تھا، چاہتے یہ تھے کہ یہ کانٹا جو ہے یہ نکل جائے۔ اسے کوئی لے جائے، کہیں دور چلا جائے۔ باپ کے سامنے نہ آئے۔ یہ اندازہ ہوتا ہے تاریخی روایات سے۔ ایک مرتبہ تیسرے دن وہ بھائی وہاں بیٹھے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ دور سے ایک قافلہ چلا آ رہا ہے۔ یہ قافلہ کن لوگوں کا تھا۔ تورات کا بیان ہے کہ یہ اسماعیلیوں کا تھا۔ اسماعیلیوں سے مراد بنی اسمٰعیل اور بنی اسماعیل سے مراد عرب۔ وہ عربوں کا قافلہ تھا اور تجارتی قافلہ تھا جو مصر کو جا رہا تھا گرم مصالحے یہ لے کر کے جا رہا تھا۔ انہوں نے وہاں آکر کے پڑاؤ ڈالا۔ اب جو انہوں نے پڑاؤ ڈالا تو قرآن کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے سقے کو بھیجا کہ وہ سامنے کنوآں ہے اگر پانی ہو تو وہ لے کر کے آؤ۔ اس نے اپنا ڈول وہاں ڈالا۔ تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خیال کیا کہ مجھے کوئی نکالنا چاہتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ لٹک گئے پکڑ لیا۔ سقے نے یہ خیال کیا کہ ڈول جو ہے پانی سے بھر گیا ہے۔ اس واسطے بھاری ہے، وہ کھینچ رہا ہے۔ جب وہ کھینچتا ہے، جب ڈول کنارے پر پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس میں ایک لڑکا بیٹھا ہے یا لٹکا ہوا ہے وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے کہا۔ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلَامٌ۔ واہ رے واہ رے۔ ایسے موقع پر ہم کہتے ہیں۔ بڑی خوشخبری کی بات ہے، بشارت کی بات ہے۔ ایک بڑا خوبصورت لڑکا نکل آیا۔ اسے خوشی کس وجہ سے ہوئی؟ سبب یہ کہ زمانہ تھا بردہ فروشی کا، غلاموں کی خرید و فروخت کا رواج بہت تھا۔ جب اس نے دیکھا یہ خوبصورت سا لڑکا نکل آیا تو اس کے ذہن میں معاً یہ بات آئی کہ اس کو بیچوں اور بہت پیسے کماؤں گا۔ اس وجہ سے اسے خوشی ہوئی۔ اور یہ نہیں کہا کہ صاحب کوئی کنوئیں میں پڑا ہوا تھا تو میں نے اس کو نکال لیا۔ نکالنے کی وجہ سے خوشی ہوئی؟ بلکہ خوشی اس وجہ سے کہ نکالنے کے بعد اب میں اس کو بیچوں گا اور اپنا مال کھرا کروں گا۔ اس نے کہا۔ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلَامٌ۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ خوبصورت لڑکا یا عظیم لڑکا، تو یہ غلام کی جو تنوین ہے اس سے نکلا ہے۔ معمولی لڑکا نہیں۔ بڑی اہمیت کا یہ لڑکا نکل آیا۔ اب وہ قافلے والوں کے پاس لے کر آیا۔ جنہوں نے پانی کے لیے اسے بھیجا تھا۔ یہ سقہ ان کے پاس لے کر کے جب آیا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ دیر میں اس کا کوئی کلیم کرے کہ صاحب یہ ہمارا لڑکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے ہم تو یہ چاہتے
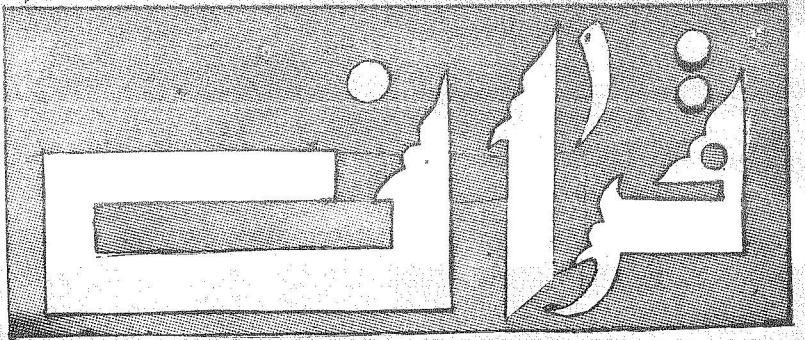
مرتبہ :- بیگم قاضی غلام سرور عزیز
چک ۹۵ B.C

{ دنیا میں رہنے کا طریقہ }

قُلْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ پ الاعراف

ترجمہ :- اے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ! لوگوں سے کہہ دے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ فحش کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قف پ الاعراف

ترجمہ :- اے نبی ان لوگوں سے کہو کہ میرے پروردگار نے اچھے کام کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ع

ترجمہ :- اور جو لوگ بے جا بات کر لیتے ہیں پھر اُسے ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ پ آل عمران

مگر آج کل تو بڑے بڑے بڑے لوگ اسی مرض میں مبتلا ہیں۔ اپنی غلطی کو تسلیم کرنا خلافِ شان سمجھتے ہیں۔ تو پھر تعلیم یافتہ طبقہ پر کیا شکایت ؟

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ ہ

اور لوگوں کو اچھے کاموں کے کرنے کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر پ لقمٰن

{ اب تو گھر گھر یہ حال ہے }

اُسے جانتے ہیں بڑا اپنا دشمن
ہمارے کرے عیب جو ہم پہ روشن
نصیحت سے نفرت ہے ناصح سے اَن بَن
سمجھتے ہیں ہم رہنماؤں کو راہزن
یہی عیب ہے ہم کو کھویا ہے جس نے
ہمیں ناؤ بھر کر ڈبویا ہے جس نے

{ ہمارے بزرگوں کی طبیعت کیسی تھی }

سعادت بڑی اس زمانہ کی یہ تھی۔
کہ جھکتی تھی گردن نصیحت پہ سب کی
نہ کرتے تھے قولِ حق سے خاموشی
نہ لگتی تھی حق کی انہیں بات کڑوی
غلاموں سے ہو جاتے تھے بند آقا
خلیفہ سے لڑتی تھی ایک ایک بڑھیا

{ مسلمانوں کو کس پر بھروسہ کرنا چاہیئے }

وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہ پ آل عمران

ترجمہ :- اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں

{ مسلمانوں کو کس سے ڈرنا چاہیئے }

وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ہ پ آل عمران

ترجمہ :- اور سچے مسلمان تو اللہ ہی سے ڈرتے ہیں۔

{ مسلمان کو کس کا مددگار بننا چاہیئے }

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ پ الصف

ترجمہ :- مسلمانوں اللہ کے دین کے مددگار بنے رہو۔

{ مسلمان کو کس راہ پر چلنا چاہیئے }

وَھٰذَا صِرَاطُ رَبِّکَ مُسْتَقِیْمًا ط پ الانعام

ترجمہ :- اور اے پیغمبر علیہ السلام) دین اسلام ہی تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ ہے۔

{ خدا کا شکر کرو }

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ہ پ البقرہ

ترجمہ :- اے مسلمانو ! تم اللہ کا ذکر کرو تاکہ اللہ کے ہاں تمہارا بھی ذکر خیر ہو اور جو نعمتیں خدا تعالیٰ نے دی ہیں ان کا بھی شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔

مسلمانوں کو کس کا حکم ماننا چاہیئے :-

واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین ۵ پ۹ الانفال

ترجمہ :- اور اگر تم سچے اور کھرے مسلمان بننا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔

ومن یشاقق اللہ ورسولہ فان اللہ شدید العقاب ۵ پ۹ الانفال۔

ترجمہ :- اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کو بڑی سخت سزا ملے گی۔ کیونکہ خداوند کریم مخالفت کرنے والوں کو سخت سزا دیتے ہیں لہٰذا ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان تصوّر کرتا ہے۔ وہ ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرے کہ وہ کہاں تک سچا اور کھرا مسلمان ہے۔ اور کس حد تک احکام خداوندی اور کہاں تک اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے۔ اگر ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے تو آج یہ حال نہ ہوتا۔ اسی عدول حکم کی وجہ سے آج ہم پر مار پڑ رہی ہے۔

یا یھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واُولی الامر منکم ج پ۵ النساء

ترجمہ :- مسلمانو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول پر تم ان کی اطاعت کرو اور ان کا بھی حکم مانو جو تم میں صاحب حکومت ہیں۔

وتعاونوا علی البر والتقوی۔ پ۶ المآئدۃ

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کے کاموں میں مدد کرنی چاہیئے۔ اب ہمیں غور کرنا ہے کہ ہم کہاں تک ایک دوسرے کے مددگار بنتے ہیں۔ یہ فرمان ہر مسلمان کے لئے قابل غور ہے۔

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب ۵ پ۶ المآئدۃ

ترجمہ :- اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار نہ بنو اور اللہ کے غضب سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا غضب بہت ہی سخت ہے۔

اگر یہ حمایت ترک کر دی جائے۔ تو عوام بہت سی مصیبتوں سے بچ سکتے ہیں۔ اور آئے دن کے فرقہ وارانہ فسادات کا بہت کچھ انسداد ہو سکتا ہے۔ مگر ہم نیک کاموں میں کم اور بُرے کاموں میں زیادہ حصہ لیتے ہیں۔

ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم ۵ پ۴ آل عمران۔

ترجمہ :- اور جو شخص اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہے تو وہ سیدھے راستے لگ گیا،

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا :- ترجمہ اور سب مل کر اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور ایک دوسرے میں فرق نہ ڈالو۔

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ج :- پ۴ آل عمران،

ترجمہ :- اور اللہ کا احسان یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی، اور [illegible] کے فضل و کرم سے ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے، جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور بُرے کاموں سے روکے اللہ تبارک و تعالیٰ یوں فرماتے ہیں،

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون ۵ پ۴ آل عمران

ترجمہ اور تم میں ایک پارٹی ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلائے، یعنی اچھے کام کرنے کی دعوت دے اور بُرے کاموں سے منع کرے، کیونکہ نیک کام کرنے والے ہی فلاح پائیں گے۔

ہم یہ سب جانتے ہیں کہ پورے پاکستان میں عیسائیوں کے مشن اور یہودیوں کے سماج قائم ہیں جو اپنے دین کی خدمت کر رہے ہیں، مگر ہماری جماعتیں بھی بہت کچھ کر رہے ہیں، مگر وائے قسمت کہ ان کی طرف ہم کوئی توجہ ہی نہیں کرتے نتیجہ ظاہر ہے اگر ہم ایسی جماعتوں اور نیک بندوں کی صحبت اختیار کریں تو ہم مسلمانوں کی بہت سی بداخلاقیاں ہو سکتی ہیں، مثلاً شراب خوری، قمار بازی اور رشوت جوا جیسے جرائم کا بہت کچھ انسداد ہو سکتا ہے،

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بہتر امت کیوں کیا؟

قرآن شاہد ہے کہ:-
كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله :- پ۴ آل عمران
لوگوں کی رہنمائی کے لئے جتنی قومیں یا امتیں پیدا ہوئی ہیں۔ ان میں تم (مسلمان) سب سے بہتر امت ہو جو اچھے کاموں کی دعوت دیتے ہو۔ اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے وضاحت کر دی ہے۔ کہ اپنے مقصد میں بھی وہی لوگ کامیاب وکامران ہوں گے۔ جن میں یہ صفتیں ہوں گی، اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ يايها الذين امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا الله لعلكم تفلحون :- پ۴ آل عمران
ترجمہ:- مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی جاتی ہے
کہ مسلمانو! صبر کرو ایک دوسرے کو بھی صبر کی تعلیم دو، اور آپس میں مل جل کر رہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تاکہ تم فلاح پاؤ، پھر اللہ تعالیٰ جس مسلمان میں یہ صفت ہو۔ اسے حسن مدارات کی توفیق بھی دیتے ہیں۔ جیسے قرآن میں آتا ہے۔ وما يلقها الا الذين صبروا وما يلقها الا ذو حظ عظيم :- پ۲۴ حم السجدة
جس کا ترجمہ:- اللہ تبارک وتعالےٰ یوں فرماتے ہیں۔ اور حسن مدارت کی توفیق بھی انہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں، بھوک، افلاس اور بیماری میں اور یہ انہی لوگوں کا حصہ ہے۔ جو بہت قسمت والے ہوتے ہیں۔- اور جب مسلمان قرآن کریم فرقان حمید کو اپنا لحہ فکریہ بنا لیتا ہے، تو وہ دنیا میں ایک منفرد یعنی اعلےٰ مقام حاصل کر لیتا ہے اس کی شخصیت بہت ممتاز ہو جاتی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے
يا ايها الذين امنوا ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا ويكفر عنكم ويغفر لكم والله ذو الفضل العظيم :- پ۹ الانفال
ترجمہ:- مسلمانو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو تمہارے لیے ایک امتیاز پیدا کر دے اور تمہارے گناہ تم سے دور کر دیگا اور آخر کار تم کو بخشنے گا بھی کیونکہ اللہ تعالےٰ بڑے فضل کرنے والے ہیں دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو اسی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے" آمین ثم آمین،

بقیہ: احسن القصص

قرآن نے عزیز کہا ہے۔ جس نے یوسف علیہ السلام کو مصر کے بازار میں خریدا۔ یہ اس کا نام نہیں، تو اس کا نام کیا ہے؟ تورات میں اس کا نام ثوطیفار ہے ——— ثوطیفار ملا کر بھی لکھتے ہیں اور ثوطی فار جدا جدا بھی لکھتے ہیں۔ دونوں میں یہ کتابت ہے۔ قرآن نے اس کا نام نہیں لیا اس لیے کہ قرآن کو اس سے بحث نہیں ہے۔ اصل مقصود تو اس بات سے ہے کہ ایک پیغمبر زادہ، مستقبل میں پیغمبری سے نوازا جانے والا" اس کو کن حالات کا مقابلہ کرنا پڑا ہے، کن مصائب سے گزرنا پڑا ہے۔ قرآن کہتا ہے وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ۔
دیکھو جس نے اہل مصر میں سے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خریدا۔ گویا مِنْ مِصْرَ اصل میں مِنْ اَهْلِ مِصْرَ ہے۔ اہل مصریں سے جس نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خریدا۔ یا مِنْ بمعنٰی فی ہے مصر کے بازار میں جس آدمی نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خریدا وہ خرید کر کے اپنے گھر میں لے گیا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اپنی اہلیہ کو کیا تاکید کی اور کیا نصیحت کی۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ درس میں بیان ہوگا۔
واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين۔

بقیہ: روزہ

عمل کا حکم دیں جو میں آپ سے حاصل کروں اور اللہ تعالےٰ اس کے ساتھ مجھے نفع دیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر روزہ لازم ہے کیونکہ اس جیسا کوئی عمل نہیں ہے۔

قیامت کے دن دسترخوان

بیہقی حضرت عبداللہ بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا قیامت کے دن روزہ داروں کے لئے دسترخوان بچھائے جائیں گے اور وہ کھائیں گے جب کہ باقی لوگ حساب کتاب کی سختیوں میں ہوں گے۔ (جاری ہے)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں ضرور بھیجیں
(تبصرہ باری پر ہوگا)

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء (واقعات و شخصیات) جناب محمد ایوب قادری

ان دیدہ ور، باہمت اور صاحبِ صلاحیت لوگوں میں سے ہیں جو کسی قوم کا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں اور جن پر قوم و ملت بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

موصوف نے بہت چھوٹی عمر میں تصنیف و تالیف کی وادیٔ پرخار میں قدم رکھا اور دیکھتے دیکھتے آنکھوں ملی لٹریچر میں اتنا بیش بہا اور قیمتی اضافہ کیا کہ بے ساختہ ان کی خدمت میں ہدیۂ تحسین و تبریک پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔

موصوف کا دل پسند موضوع تاریخ ہے اور اس سلسلہ میں ان کے قلم سے کئی قیمتی کتابیں نکل چکی ہیں۔

سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ جو بات کہتے اور لکھتے ہیں وہ پتی تلی ہوتی ہے، افراط و تفریط کا اس میں شائبہ نہیں ہوتا۔ دیانت و تحقیق کی روشنی میں بے لاگ بات کہنا ان کا شیوہ ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب ان کی تازہ تصنیفِ لطیف ہے جو ۱۸۵۷ء کے اس عظیم واقعہ سے متعلق ہے جو مسلمان قوم کی بہادری، جرأتِ ایمانی، عزم و استقامت اور ایثار و قربانی کا زندہ ثبوت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سال مسلمان قوم نے برادرانِ وطن کا تعاون حاصل کر کے افقِ ہند پر انگریزی سامراج کی پھیلتی ہوئی تاریکی کو جس طرح دور کرنے کی کوشش کی اس کی مثال بہت کم ملے گی۔ لیکن شاید قدرت کو ایسا ہی منظور تھا کہ اس قوم کا ابھی مزید امتحان لیا جائے اور پھر یہ بھی کہ بے ایمان و ضمیر فروش افراد کی ایک کھیپ بھی موجود تھی جو ملی مفادات کے سودا میں شرم محسوس نہیں کرتی تھی۔ تاہم ان بلا نوشانِ محبت نے عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو کر انگریز سامراج سے ایسی ٹکر لی کہ وقتی طور پر وہ جیتنے کے باوجود اس کو یاد کرتا تھا اور کرتا ہے۔ اسی لیے تو اس نے اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں اور دیسی زبانوں میں اپنے گماشتوں سے لکھوائیں تاکہ اس مقدس جنگ کو لوٹ کا نام دیا جا سکے۔ لیکن خدا بھلا کرے ان قابلِ فخر افراد کا جنہوں نے یہ فرضِ کفایہ ادا کرنے کے لیے رختِ سفر باندھا اور حقائق کی نقاب کشائی کی۔

موصوف ایوب صاحب بھی اس قافلہ کے ایک فرد ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے محنت و تحقیق کے بعد جو گلدستہ تیار کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ کتاب پاک اکیڈمی ۱۴۱ سے وحید آباد کراچی کے باہمت مالکان نے شائع کی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے صفائی اور خوبصورتی میں امکانی حد تک خوب کوشش و محنت کی ہے۔

سوا چھ سو صفحے ہیں۔ جلد خوبصورت اور مضبوط ہے، کاغذ بہت اچھا اور قیمت محض ۳۶/- روپے ہے۔

کوئی لائبریری، کوئی ادارہ اور کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ یہ ہماری خواہش ہے اور اس خواہش کا اصل سبب قومی درد ہے۔ (علوی)

آداب و اذکارِ مسنونہ

نبی کریم علیہ السلام کا فرمان ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے اور قرآن نے دعا سے اعراض اور غفلت برتنے والوں کے خلاف بڑا سخت لب و لہجہ اختیار کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دعا دکھی اور زخمی دلوں کا وہ سہارا ہے جس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور سہارا نہیں۔

پھر یہ کہ اللہ کی پاک ذات نے ہمیں قرآن میں مختلف دعائیں سکھائی ہیں اور اپنی ذات سے مانگنے کا ڈھنگ بتایا۔ اور وعدہ کیا کہ مانگنے والوں کی پکار سنتا ہوں، جواب دیتا ہوں۔

اسی طرح اللہ کے آخری نبی نے جس کا طریقِ زندگی امت کے لیے مشعلِ ہدایت ہے ہر ہر وقت اور ہر ہر جگہ کی دعائیں اپنی زبان میں بتلائیں اور سکھلائیں۔

صحابہ علیہم الرضوان اور ان کے بعد کے ادوار میں اہلِ دل و اہلِ حق کا عمل رہی اور اب بھی یہی ہے۔

امت میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جنہوں نے نبی علیہ السلام کی دعاؤں کو منضبط و مرتب کیا ہو لیکن زیرِ تبصرہ کتاب کے مصنف مولانا عبدالقیوم حقانی نے حدیث پاک کے مستند ذخیروں سے جو صحاح ستہ پر مشتمل ہیں ایک ایک دعا چھانٹ کر سلیس و شگفتہ ترجمہ کے ساتھ مرتب کی ہے۔ انڈکس اور

باقی صد ۲۳ پر

حاصل مطالعہ

قاضی ضیاءؒ اللہ میانوی خطیب جامعہ شبیریہ۔ میانی۔ ضلع سرگودھا

اسلامی کردار ـــــــــــ چند جھلکیاں

توکّل

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں ایک شخص کا واقعہ سنایا کہ وہ کسی دیہات میں گیا اور ایک مسجد میں قیام کیا۔ دیہات کے دستور کے مطابق زمیندار کے ہاں سے اس کا کھانا آیا مگر اس شخص نے یہ کہہ کر کھانا کھانے سے انکار کر دیا کہ میں صرف مُرغ کھاتا ہوں۔ زمیندار کو غصہ آیا کہ (ڈالے ہنگتاں نالے حلوے دا خیر) اور کہا کہ نخرے کہیں اور دکھانا یہاں تو یہی ملے گا وہ شخص (مسافر) مسکرایا اور کہنے لگا دیکھتے جایئے انشاء اللہ آپ خود ہی مجھے مُرغ کھلائیں گے۔ زمیندار صاحب چیں بچیں ہوتے ہوئے گھر پر پہنچے معلوم ہوا کہ گھر والوں نے ابھی مرغ ذبح کر کے پکایا ہے۔ انہوں نے منّت مانی تھی کہ اگر گھر کا فلاں بچہ روبصحت ہو گیا تو کسی مسافر کو مرغ ذبح کر کے کھلائیں گے۔ زمیندار کو بہت تعجب ہوا اور خود بنفس نفیس مسافر کے لیے مُرغ لے کر پہنچا جب وہ کھانا کھا چکا تو زمیندار نے پوچھا کہ کیا واقعی تم مرغ کے علاوہ کچھ نہیں کھاتے ؟ اس شخص نے جواب دیا، بس بیٹھے بٹھاتے ایک دن میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ اے رزاق ! اگر تو مرغ کھلائے گا تو کھاؤں گا۔ شروع شروع میں مجھے کئی کئی روز کے فاقے ہوئے میرا خوب امتحان لیا گیا۔ اب دونوں وقت مجھے بغیر کسی پریشانی کے مرغ مل جاتا ہے۔ وہ شخص اس دیہات میں کئی روز تک ٹھہرا دیہاتیوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ صرف مرغ کھاتا ہے اس لیے باقاعدہ دونوں وقت مختلف گھروں سے اس کے لیے مرغ آتا رہا۔ سچ ہے جو اللہ تعالےٰ پر توکّل و بھروسہ کرے اس کو اللہ تعالےٰ حسب منشاء رزق فراہم کرتے ہیں اور جو مخلوق کی طرف سے منہ اٹھائے رکھے اور غیروں سے روٹی کپڑا اور مکان کی توقع رکھے اسے سوائے رسوائی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

راز

ایک سادہ لوح شخص حضرت علیؓ کی محفل میں آکر اوٹ پٹانگ ہانکنے لگا۔ آپؓ نے دریافت فرمایا۔ کیا تمہیں یہ یقین ہے جو کچھ تمہارے سینے میں ہے اسے اپنے ہی سینے میں محفوظ رکھو گے ؟ اس شخص نے جواب دیا میں راز کو اپنے سینے میں قیدی بنا کر رکھتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہاں دیکھو اس کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ تمہارا راز ہی قیدی رہے ورنہ عموماً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ افشائے راز کے بعد انسان اس کی قید میں چلا جاتا ہے۔

دولت کس کے لیے جمع کی جاتی ہے

ایک شخص کو ابی وردیؒ نے دیکھا کہ دولت کا ذخیرہ تو جمع کر رہا ہے لیکن اس میں پائی خرچ کرنا بھی حرام سمجھتا ہے لوگ اس سے سوال کرتے ہیں لیکن وہ اب سب فقراء و مساکین و سائلین کو مایوس کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی بیماری میں دوا و علاج سے بھی گریز کرتا رہا۔ لوگ آپس میں اس کے بخل کے موضوع پر چہ میگوئیاں کرتے کسی نے اس کے بخل پر افسوس کرتے ہوئے کہا۔ معلوم نہیں یہ اتنی دولت کس کے لیے جمع کر رہا ہے ؟ ابی وردیؒ نے جواب دیا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے ؟ اس کی دولت تین آدمیوں کے لیے جمع ہو رہی ہے۔ ایک صاحب حیرت سے ابی وردیؒ کی شکل دیکھنے لگے اور پوچھا وہ تین شخص کون کون سے ہیں ابی وردی نے جواب دیا۔ اپنی بیوی کے اگلے شوہر کے لیے۔ ہونے والے داماد کے لیے اور گھر میں آنے والی بہو کے لیے۔

ایک بخیل

ایک بخیل کا ذکر چھڑا ہوا تھا یحییٰ برمکی بھی محفل میں موجود تھا۔ کسی نے بخیل پر اعتراض کرتے ہوئے کہا وہ لاکھوں دینار کا مالک ہے لیکن اس میں سے ایک دینار بھی خرچ نہیں کر سکتا۔ یحییٰ برمکی نے ہنستے ہوئے کہا وہ اپنے لاکھوں دیناروں کا مالک کہاں ہوا ؟ اس کے بخل کی وجہ سے اب دینار اس بخیل کے مالک ہیں اور وہ شخص دیناروں کا غلام۔ کسی شخص

نے کہا، لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ان دیناروں کا ڈول بھی ایک مہمان کے آنے پر کھل جاتے گا۔ محفل میں سبھی اس شخص کو حیرت سے دیکھنے لگے اور پوچھا کون سا مہمان؟ اس شخص نے جواب دیا ملک الموت

احسان

کسی شخص نے حضرت علی رضؓ سے دریافت کیا۔ امیر المومنین ایک شخص انتہائی کمینہ ہے اور اپنے اقوال و افعال سے لوگوں کے دل دکھاتا ہے ایسے شخص کا لوگوں پر سب سے زیادہ احسان کیا ہو سکتا ہے؟ آپ کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا کہ شخص مذکور لوگوں کو دکھ نہ پہنچائے انسانوں پر یہی اس کا سب سے بڑا احسان ہے جو وہ کر سکتا ہے۔

مومن کا رب

ایک مومن کی فرعون سے اس کے دو درباریوں نے چغلی کھائی کہ یہ اپنا رب اللہ تعالےٰ کو سمجھتا ہے اور تمہاری ربوبیت کا منکر ہے۔ فرعون نے فوراً اس کو بلایا اور ان دونوں کو بھی اور اُن دونوں سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے انھوں نے کہا فرعون پھر فرعون نے مومن سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے مومن نے جواب دیا میرا رب وہی ہے جو ان دونوں کا رب ہے (یعنی اللہ تعالےٰ جو سب کا ربّ ہے) فرعون نے چغلی کھانے والوں سے کہا تم نے ایسے شخص کو مجھ سے قتل کرانے کی سفارش کی جو میرے ہی دین پر ہے؟ پھر حکم دیا کہ دونوں کو قتل کر دیا جائے۔

باحیا شہزادی

مغلیہ دور میں ایک شہزادی کی پیٹھ یا سینہ پر ایک پھوڑا نکلا، لیکن ایسی باحیا شہزادی تھی کہ اس نے حکیموں کو پھوڑا دکھانے سے صاف انکار کر دیا۔ اسی زمانہ میں کوئی انگریزی ڈاکٹر دہلی میں وارد ہوا۔ بادشاہ وقت نے اس سے پھوڑے کا ذکر کیا ڈاکٹر نے کہا کہ بغیر دیکھے اور مرض کی نوعیت سمجھے علاج ناممکن ہے۔ دوسری طرف شہزادی نے انکار کر دیا کہ وہ نامحرم کے سامنے ہرگز نہیں جائے گی۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ ڈاکٹر کی انگریز بیوی محل میں جا کر پھوڑا دیکھ آئے اور ڈاکٹر کو اس کے متعلق بتائے۔ لیکن جب وہ عورت محل میں گئی تو شہزادی نے اس کو پھوڑا دکھانے سے انکار کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ عورت میرے جسم کے بارے میں اپنے شوہر کو بتائے گی جو مجھے ہرگز گوارا نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عفّت مآب باحیا شہزادی اسی مرض میں انتقال تو کر گئی لیکن یہ گوارا نہ کیا کہ غیر مرد اس کے جسم کو دیکھیں یا اس کے جسم کے بارے میں کچھ سنیں۔

بایزید کا مرشد

حضرت بایزید بسطامیؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا مرشد کون ہے؟ فرمایا ایک ضعیف عورت ہے اس کے بعد اپنا یہ قصہ سنایا کہ ایک بار ایک جنگل میں میرا بے خودی اور جذب کے عالم میں گذر ہوا وہاں ایک بوڑھی عورت کچھ سامان زمین پر رکھے کھڑی تھی اس نے مجھ سے کہا یہ سامان اٹھا کر میری پشت پر رکھ دو اس وقت مجھ پر مستی کا عالم طاری تھا میں نے ایک شیر کو اشارہ کیا اس نے فوراً وہ سامان اپنے اگلے پنجوں سے اٹھا کر اس بوڑھی عورت کی پشت پر رکھ دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے کہا اے عورت! شہر میں جا کر کیا کہے گی؟ اس نے کہا میں جا کر کہوں گی کہ میں نے جنگل میں ایک ظالم شخص کو دیکھا میں نے کہا مجھے ظالم کے لقب سے کیسے یاد کرو گی؟ اس نے کہا ہاں تم ظالم ہو۔ شیر اس کا مکلف نہیں تھا تم نے اس کو تکلیف دی جس کو حق تعالےٰ نے تکلیف نہیں دی۔ کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ اس کے علاوہ تم یہ بھی چاہتے ہو کہ شہر والوں کو علم ہو جائے کہ آپ صاحبِ کرامت ہیں یہ خود بینی اور خود نمائی ہے جس کے ذریعے تم اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہو بس اس کی بات میری سمجھ میں آگئی اور میں نے حق تعالےٰ سے اپنی غلطیوں کی توبہ کی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے سلوک کی تعلیم اس ضعیفہ سے حاصل کی۔

بقیہ: تعارف وتبصرہ

فہرست شاملِ کتاب ہے۔ ماخذ کے حوالے ہیں اور آخر میں اسماءِ حسنیٰ ان کے ترجمے اور خاصیتیں وغیرہ بڑے خوبصورت انداز میں مرتب کی ہیں۔

۲۵۶ صفحہ کی یہ کتاب جو دعاؤں کا گلدستہ ہے اور بڑے اچھے انداز میں لکھوایا اور چھپوایا گیا ہے۔ صرف چھ روپے میں مدرسہ انوار العلوم [illegible] سے دستیاب ہے

مرتبہ: حکیم قاری احمد پیلی بھیتی مرسلہ: عبدالرحمٰن لدھیانوی۔ شیخوپورہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

بعض حضرات، اسلام میں تقلید کو بُرا سمجھتے ہیں اور صرف قرآن و حدیث کے موجودہ وسائل پر براہ راست عمل کرنا ضروری جانتے ہیں۔ یہ درحقیقت ایک نظری و فہمی غلطی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو فقہاء اور ائمہ کے تمام مروّجہ مسائل قرآن و حدیث ہی سے استنباط کیے گئے ہیں جو بنیادی اسلامی مسائل سے کسی طرح علیحدہ نہیں ہیں۔ شخصی تقلید اس وقت معیوب ہو سکتی ہے جبکہ مسائل بھی شخصی ہوں۔ ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید میں یہ صورت نہیں پائی جاتی ہے۔

حضرت امام مالکؒ ۹۳ھ میں مدینۃ النبی میں پیدا ہوئے باپ کا نام، انس اور دادا کا نام عامر تھا۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کے دادا عامر آنحضرتؐ کے صحابی تھے اور جنگ بدر کے علاوہ وہ تمام غزوات میں شریک ہوتے تھے۔

آپ تمام زندگی مدینہ شریف میں رہے اور یہیں علم حاصل کیا۔ زیادہ تر مسجد نبوی آپ کی نشست رہتی تھی۔ آپ کا حافظہ بہت تیز تھا جس بات کو ایک مرتبہ سن لیتے تھے وہ ہمیشہ یاد رہتی تھی نہایت پابند سُنّت اور متقی تھے۔ محدثین میں آپ کا درجہ بہت بلند مانا جاتا ہے۔ ابتدائی زندگی بہت غربت سے گزاری۔ حصولِ علم کا شوق اس درجہ تھا کہ مکان کا سامان بیچ کر کتابیں خریدتے تھے اور پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ چھت کی کڑیاں نکال کر بیچ ڈالیں اور کتابیں خرید لیں۔ مگر حصول علم کے ساتھ ساتھ غربت بھی دور ہوتی گئی۔ پھر تو بڑے اطمینان سے زندگی گزاری

آپ کے استادوں میں شیخ نافع کا نام بہت مشہور ہے۔ آپ نے قرآن اور حدیث کی تعلیم ان ہی سے حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد آپ نے درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا اور مسجد نبوی کو درس گاہ بنایا۔ صرف ایک مرتبہ مکہ معظمہ جانے کا اتفاق ہوا۔ حلقۂ درس میں شریک ہونے کے لیے تمام اسلامی دنیا کے لوگ آتے تھے۔ شاگردوں میں امام شافعیؒ اور سفیان ثوریؒ کے نام بہت مشہور ہیں۔ قرآن اور حدیث سے مسائل کے استنباط کرنے میں آپ کو بہت کمال حاصل تھا۔ چنانچہ آپ کے مسائل آپ کے شاگردوں کے ذریعہ مدینہ شریف کے باہر بھی پہنچنے لگے اور پھر رفتہ رفتہ مالکی مذہب کی بنیاد پڑ گئی۔

عبدالرحیم ابن خالد نے مصر میں مالکی مذہب کو پہنچایا۔ ہشام بن عبدالرحمٰن نے اندلس میں مالکی مذہب کو پھیلانے میں بہت کوشش کی یہاں تک کہ تمام اندلس مالکی ہو گیا۔ عراق میں قاضی اسمٰعیل اور قاضی ابوبکر نے اس مسلک کو فروغ دیا اور بہت خدمت کی۔

امام مالکؒ نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔ البتہ تابعین میں بہت بڑے بڑے اہل علم موجود تھے۔ جن سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا۔ امام نافع کے بعد ہشام بن عروہ زید بن اسلم اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن سے آپ نے بہت فائدہ اٹھایا امام مالک اپنے لحاظ سے نہ صرف حجاز کے امام تھے بلکہ تمام مسلمانوں کے مقتدا سمجھے جاتے تھے۔

مشہور ہے کہ جب آپ حدیث بیان کرنے کا ارادہ کرتے تو پہلے وضو کرتے تو۔ عمدہ لباس پہنتے۔ خوشبو لگاتے۔ پھر مسند پر بیٹھ کر حدیث بیان کرتے۔ آپ فرماتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ حدیث کی عظمت کو زیادہ سے زیادہ بلند کروں۔

ایک مرتبہ ایک بزرگ ابو حازم حدیث بیان کر رہے تھے امام مالک اُدھر سے گزرے مگر بیٹھے نہیں اور آگے بڑھ گئے۔ جب پوچھا گیا کہ آپ کیوں نہیں بیٹھے تو فرمایا جگہ بھری ہوئی تھی اور کھڑے ہو کر حدیث سُننا اچھا نہیں معلوم ہوا۔

مؤطا آپ کی بہت مشہور کتاب ہے۔ یہ کُتب احادیث کا بڑا قیمتی مجموعہ ہے جس کو سال ہا سال کی محنت کے بعد امام مالک نے جمع کیا تمام اہل علم کا خیال ہے کہ مؤطا سے زیادہ صحیح کوئی دوسری کتاب نہیں ہے۔ جب امام مالکؒ نے اس کتاب کو مرتب کیا تو اُس وقت کوئی دوسری حدیث کی کتاب موجود نہ تھی۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ آسمان کے نیچے اس سے بہتر کوئی حدیث کا مجموعہ نہیں ہے۔ اس کتاب میں ۱۰۲۷ حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔

ہارون رشید جب زیارتِ روضۂ رسول کریمؐ کے لیے مدینہ میں آیا اور امام مالکؒ سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ بغداد چلیں تاکہ میں مسلمانوں کو اس کتاب کا اس طرح پابند بنا دوں جس طرح قرآن کے پابند ہیں۔ ایک دفعہ ہارون رشید نے عرض کیا کہ کیا اچھا ہوتا کہ آپ میری مجلس میں

تشریف لایا کرنے تاکہ میرے بچے آپ کی کتاب مؤطا کو سُن لیتے۔ امام مالکؒ نے جواب دیا۔ خدا امیر المومنین کی عزت کو برقرار رکھے یہ علم آپ ہی کے یہاں سے نکلا ہے اگر آپ اس کی عزت کریں گے تو یہ باعزت رہیگا کیونکہ علم ایک ایسی چیز ہے کہ اسی کے پاس پہنچا جائے نہ کہ اپنے پاس سے بلایا جاتے ہارون نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر دونوں لڑکوں، بیٹوں اور مامون سے کہا، جاؤ، مسجد میں بیٹھا کرو اور سب کے ساتھ حدیث سُنا کرو

ایک مرتبہ ہارون رشید نے تین ہزار دینار نذر کیے۔ امام صاحب نے لے کر رکھ لیے۔ چند روز کے بعد امام کو اپنے ساتھ بغداد لے جانا چاہا۔ امام مالک نے دینار سامنے رکھ دیے اور فرمایا تم نے میرے ساتھ احسان کیا ہے مگر میں نبی اکرمؐ کے شہر کے مقابلہ میں ان دیناروں کو ترجیح نہیں دے سکتا۔
ایک مرتبہ امام شافعیؒ نے آپ کے دروازہ پر چند مصری خچر گھوڑے ہوئے دیکھے جو بہت خوب صورت تھے۔ عرض کیا حضرت! یہ تو بہت اچھے ہیں۔ امام مالک نے فرمایا، جاؤ یہ میری طرف سے تمہارے لیے ہدیہ ہے امام شافعیؒ نے عرض کیا اس میں سے ایک تو اپنے لیے رکھ لیجئے۔ فرمایا شرم آتی ہے کہ اس مٹی کو جس پر آں حضرتؐ کے قدم پڑے ہیں کسی جانور کے کھروں سے پامال کرتا ہوا نکلوں۔

اہلِ علم کے خیالات

عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ تمام علماء میں یہ عظمت صرف امام مالک کو حاصل ہے کہ وہ سنّت اور حدیث دونوں میں امام ہیں۔ یحیٰی بن سعید فرماتے ہیں کہ کسی کی حدیث امام مالک سے زیادہ صحیح نہیں ہوتی ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے امام مالک سے زیادہ کوئی قابلِ اطمینان نظر نہیں آتا۔ فرمایا جب کوئی حدیث امام مالکؒ سے سُنو تو اسے دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لو۔

مالکی مسلک

۱۴۰ھ تک امام مالک کو اپنے مسلک کے پھیلانے کا کوئی خیال پیدا نہیں ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ امام ابو حنیفہؒ اپنے مسلک کو عراق و عرب میں پھیلا رہے تھے اور مسلمانوں کی بڑی تعداد اُن کے مسائل کو قبول کرتی جا رہی تھی امام مالک چونکہ اپنے علم اور اجتہاد میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ حلقہ درس بھی بہت وسیع ہو چکا تھا۔ اس لیے آپ نے بھی محسوس کیا کہ مالکی مسلک کو فروغ دیا جائے۔ چنانچہ شاگردوں میں سے بہت سے حضرات مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور مالکی مذہب ترقی کرنے لگا، مگر ابو حنیفہؒ جیسی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ مدینہ شریف سے باہر نہیں گئے اور ذاتی طور پر عوام کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکے

آج مسلمانوں میں مالکی مسلک کے پیروؤں کی تعداد تین چار کروڑ کے درمیان پائی جاتی ہے اور یہ مسلمان زیادہ تر افریقہ کے اسلامی ممالک طرابلس الجیریا، تیونس اور مراکش میں آباد ہیں اس کے علاوہ دوسرے اسلامی ممالک میں مالکی مسلک کو شاذ و نادر ہی کوئی جانتا ہوگا۔

آپ نے ۸۴ سال کی عمر میں ۱۷۹ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ مزار جنت البقیع میں اپنے استاد شیخ نافع کے برابر ہے

آپ کے اخلاق و عادات

بے حد متقی، پرہیز گار، کم سخن اور شائستہ زندگی کے مالک تھے۔ ہمیشہ اچھا لباس زیب تن فرماتے۔ خوشبو زیادہ لگاتے تھے بہت بڑے پابند سنت اور آنحضرتؐ کے سچے عاشق زار تھے۔ مسجد نبوی میں رہتے تھے۔ مگر تمام حاجات ضروریہ کے لیے شہر سے بہت دُور جایا کرتے تھے۔ ادب و احترام میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو کچھ تحفہ و تحائف اور ہدایا آیا کرتے تھے سب تقسیم کر دیتے تھے کسی چیز کو دوسرے وقت کے لیے جمع کرنا توکل کے خلاف جانتے تھے۔

امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ میری پھوپھی صاحبہ نے مکہ میں ایک رات کو خواب دیکھا کہ کوئی شخص پکار کر کہہ رہا ہے کہ آج رات زمین والوں میں سب سے بڑے عالم کی وفات ہو گئی چند روز کے بعد امام مالکؒ کی وفات کی خبر آئی اور معلوم ہوا کہ اسی رات اُن کا انتقال ہوا جس رات کو خواب دیکھا تھا آپ کے شاگردوں میں امام شافعیؒ نے درجہ اجتہاد حاصل کیا اور پھر خود شافعی مسلک کی بنیاد رکھی۔

اقتباسات ——— مرتبہ: محمد امین

درس قرآن از مولانا افغانی مدظلہ العالی

سابق شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

اسلامی مساوات

قرآن پاک نے مساوات کی تعلیم دی ہے۔ مومن کے اندر بھی مساوات ہونی چاہیے۔ اور اپنے کردار و عمل سے مساوات کا درس دینا چاہیے اور امیر و غریب کو ہر معاملہ میں یکساں نظر سے دیکھنا چاہیے۔ قرآن میں آیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا تمہیں عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔ مزید فرمایا جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو ہمیشہ عدل و انصاف ملحوظ خاطر رکھو۔ قانون کے اندر بھی مساوات ہے۔ امیر غریب سب کے لیے قانون یکساں ہے۔ اسلام کا قانون بھی سب کے لیے یکساں ہے کوئی مستثنیٰ نہیں اور یہی مساوات قانونِ قصاص میں مذکور ہے نماز مساوات کی دلیل ہے۔ یہ کسی کو بھی معاف نہیں۔ نماز با جماعت اور بھی زیادہ روشن دلیل ہے۔ شاہ و گدا سب ایک ہی صف میں کھڑے ہیں۔ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اسی طرح جمعہ و عیدین اور حج جیسی عبادات میں یکسانیت پائی جاتی ہے کیا مجال جو طواف کے وقت امیر و غریب یا کالے گورے میں تمیز ہو۔ اس کے مقابلہ میں دوسرے مذہب کے گرجے اور مندر کالے اور گورے کے جداگانہ ہیں جن کی چپقلش کا تذکرہ اکثر اخبارات میں ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اسلام کے ہاں ماشاء اللہ سب برابر سلوک کے حقدار ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک نومسلم امیر جبلہ طواف کر رہا تھا کہ ایک عام مسلمان کا پاؤں اس کی چادر پر آپڑا۔ اس نے امارت کے زعم میں اسے ایک تھپڑ دے مارا مسلمان نے بھی جواب میں اسے تھپڑ دے مارا۔ نوبت حضرت عمرؓ تک پہنچی جن کا فیصلہ ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے کہ اسلام میں سب برابر ہیں اور کسی امیر کو کوئی فوقیت نہیں۔ جبلہ بڑا متعجب ہوا۔

خود رسول پاک نے ایک موقعہ پر ایک چوری کرنے والی قریش عورت کو اسلامی سزا میں باوجود سفارش کے کوئی تخفیف نہ کی۔ کیونکہ اسلام جرم میں امیری اور غربت کی تمیز روا نہیں رکھتا۔ سب کو برابر سزا دیتا ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عباسؓ گھر سے باہر تجارت پر گئے ان کی غیر حاضری میں مدینہ میں مینہ برسا تو حضرت عباسؓ کے گھر کا پرنالہ مسجد نبوی میں پانی گرانے لگا جس سے نمازیوں کے کپڑے خراب ہو گئے حضرت عمرؓ نے وہ پرنالہ اکھیڑ دینے کا حکم دیا۔ حضرت عباس واپس آئے تو انھوں نے حضرت عمرؓ کے خلاف مقدمہ ابی ابن کعب کی عدالت میں دائر کر دیا حضرت عمرؓ کو باقاعدہ طلب کیا گیا۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت عمرؓ اور حضرت عباسؓ دونوں مساوی حیثیت سے حضرت ابی کعب کی عدالت میں پیش ہوئے حضرت عمرؓ نے مساوات کی مثال پیش کر کے ثابت کیا کہ اسلامی قانون سب کے لیے یکساں ہے۔ ورنہ آپ تو امیر المومنین تھے۔ چنانچہ یہاں تک کہ حضرت عباسؓ کی دلیل سے کہ یہ پرنالہ خود رسول پاک کے کندھوں پر چڑھ کر میں نے لگایا تھا۔ متاثر ہو کر حضرت عمرؓ نے دوبارہ پرنالہ وہیں لگانے پر نہ صرف رضامندی ظاہر کی بلکہ حضرت عباسؓ کو اپنے کندھوں پر کھڑا کر کے پرنالہ لگوایا۔ اُدھر حضرت عباسؓ نے بھی مومنین کی خاطر پھر وہاں سے پرنالہ اپنی مرضی سے دوسری جگہ لگوا لیا۔ تاکہ بارش سے نمازیوں کے کپڑے خراب نہ ہوں۔

حضرت عمرؓ کے دو بیٹے عبد اللہ اور عبید اللہ تھے ایک دفعہ وہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس گئے ابوموسیٰ اشعریؓ گورنر تھے۔ انھوں نے ان ہر دو برادران کو رخصت کرتے وقت بیت المال کے لیے ایک تھیلی دی اور ساتھ ہی اشارہ کیا۔ اس سرکاری رقم سے کچھ تجارتی مال یہاں سے خرید کر مدینہ کی منڈی میں نفع پر بیچ لینا۔ مطلب یہ تھا کہ نفع صاحبزادگان رکھ لیں اور اصل رقم بیت المال میں جمع کرا دی جائے۔ جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اصل بمع منافع بیت المال میں جمع کرا دیا اور کہا یہ سلوک تمہارے ساتھ اس لیے گورنر نے روا رکھا کہ تم امیر المومنین کے بیٹے ہو حالانکہ عام مسلمان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جاتا۔ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو روزی کے لیے پارچہ فروشی کا کام حسب معمول جاری رکھا۔ جب صحابہ کرام کو معلوم ہوا تو بیت المال سے آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا تاکہ روزی کمانے سے فراغت ہو اور سلطنت کا کام چلتا رہے۔ چنانچہ

حضرت ابو عبیدہؓ نے تنخواہ ۔/۴۵ روپے مقرر کی مزید ایک غلام خدمتگاری کے لیے اور ایک اونٹ سواری کے لیے دیا دو لکڑی کے پیالے بھی سپرد ہوئے حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی وفات کے وقت اپنی ساری تنخواہ اپنی جائداد سے اور باقی رشتہ داروں سے مانگ کر جمع کرا دی اور غلام اور سواری حضرت عمرؓ کو بھجوادی۔ جب یہ مال حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو وہ رو پڑے کہ بڑی آزمائش میں ڈال دیا گیا ہوں۔ لیکن حضرت عمرؓ بھی اس تنخواہ سے گزارہ کرتے رہے اور مرتے وقت تک کا سارا وظیفہ واپس ادا کر دیا جس کا تخمینہ اسّی ہزار روپے تھا۔ انھوں نے یہ رقم اپنا ایک مکان بیچ کر ادا کی اس مکان کا نام کافی عرصہ تک دارالقضاء رہا۔

لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ مدینہ کے باہر ایک اندھی بڑھیا رہتی ہے اس کی خدمت گذاری کے لیے گئے وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص منہ اندھیرے آیا اور بڑھیا کے سارے کام کر کے چلا گیا۔ دوسرے دن گئے تو ایسا ہی معاملہ پیش ہوا۔ تیسرے دن حضرت عمرؓ بہت اندھیرے میں پہنچے تو دیکھا کہ بڑھیا کی خدمت انجام دینے والے حضرت صدیق اکبرؓ ہی تھے حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کو معزول کیا اور عین معرکہ جنگ میں کیا پہلے سپاہی اور پھر ان کو مسجد نبوی کا جاروب کش بنا دیا۔ معزولی کی وجوہات میں لکھا ہے کہ لوگ خدا کی بجائے خالد پہ سہارا کرنے لگے تھے۔ جسے حضرت عمرؓ نے گوارا نہ کیا کیونکہ اس سے خدا پرستی کی بجائے شخصیت پرستی کا پہلو نکلتا تھا دوسری یہ بھی وجہ تھی کہ ایک شاعر کو بہت سے زیادہ انعام و اکرام سے نوازا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر بیت المال سے دیا تو بے جا صرف ہے اگر گھر سے دیا تو اسراف ہے تیسری وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ وہ اتنے نڈر تھے کہ جنگ میں محتاط نہیں رہتے تھے بلکہ جنگ میں خطرہ مول لینے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے اور فوج کو بڑے بڑے خطروں میں جھونک دیتے تھے۔ بہرحال حضرت خالدؓ نے بھی ماتحتی اور جاروب کشی دونوں صورتیں بخوشی قبول کیں۔ تاریخ میں آیا ہے کہ ترکی کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام محمد مراد خان تھا وہ بڑا جابر اور مجاہد بادشاہ تھا اسے مساجد بنانے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اس نے ایک معمار کو ایک مسجد بنانے کا حکم دیا۔ کئی سالوں کے بعد مسجد تیار ہوئی۔ مگر پسند نہ آئی۔ بس آؤ دیکھا نہ تاؤ معمار کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ معمار نے ہاتھ کٹوانے کے بعد قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی نے بادشاہ کو طلب کیا اور جو فیصلہ دیا وہ یہ ہے۔

؎ عبد مسلم کمتر از احرار نیست   خون شاہ رنگین تر از معمار نیست

بہرحال بتانا یہ مقصود ہے کہ قرآن اور اسلام مساوات کا زبردست حامی ہے بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ لڑکی اور لڑکے کی وراثت میں مساوات نہیں۔ یاد رکھو خدا کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ اس میں بھی مساوات ہے کیونکہ لڑکے نے بیوی کو لا کر اس کے حقوق ادا کرنے ہیں یعنی اس پر بوجھ پڑتا ہے اور لڑکی نے خود اپنے حقوق اپنے شوہر سے لینے ہیں اس لیے آدھا حصہ ہے اور معیشت میں اعتدال بھی اسی طرح رہ سکتا ہے

بقیہ: اداریہ

نمائندوں کو بتلائی جائیں اور انہیں اس نازک معاملہ میں شریک مشورہ کیا جائے۔

ہماری حکومت کو یقین کرنا چاہیے کہ پارلیمنٹ کی اکثریت ان کی اپنی ہے وہ ہر بات پر ہاتھ اٹھا دے گی اور مختصر سی حزب اختلاف نے نہ کبھی پہلے اختلاف برائے اختلاف کا مظاہرہ کیا نہ اس مرحلہ پر کرے گی بلکہ وہ پوری دلسوزی کے ساتھ وہ بات کہے گی جس میں خلق خدا کی بہتری ہو۔

مفتی محمود
27-8-1976

رمضان اور پاکستانی

نزول رحمت کا مہینہ سایہ فگن ہے لیکن شاید ہمیں رحمت کی ضرورت نہیں جبھی تو ہر وہ کام ہو رہا ہے۔ جس کی نہ خدا نے اجازت دی نہ خدا کے رسولؐ نے۔

حکومت ہر چند خدمت اسلام کا ہر چند ڈھنڈورہ پیٹتی ہے لیکن عملاً اسلام غائب!!

اگر مفتی محمود کے مختصر دور وزارت میں مرکز کی طرف سے ہر رکاوٹ کے باوجود اسلامی شعائر کا احترام ہو سکتا ہے اور احترام رمضان کا آرڈیننس نافذ ہو جاتا ہے جس کے بعد کسی کو مجال نہیں رہتی کہ وہ اسلامی احکام کی بے حرمتی کرے تو مرکزی حکومت جو ہر طرح با اختیار ہے ایسا کیوں نہیں کر سکتی؟

آج کل ہر آسمانی و زمینی ابتلاء کا ہم شکار ہیں ایسے میں رجوع الی اللہ کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اور خوش قسمتی سے یہ موسم آ گیا ہے۔ جس میں رحمت باری پورے جوبن پر ہوتی ہے۔ حکمران اور عوام دونوں توجہ کریں تو بگڑی بنتے دیر نہ لگے گی۔

مولانا عبیداللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی پرنٹر پریس میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

فون نمبر ۶۷۵۴۵

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

منظور شدہ ۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G ۱۴۳۲۱ مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۵۶ء ۲۔ پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T ۲۳۶۔۲۴۸۱ مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۵۶ء محکمہ تعلیم ۳۔ کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۲۰۶۹۶-DDA9 مورخہ ۲ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ مجوزہ ۸۱ ۳/۵/۶۰۔۱۵۳۱۰ مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۶۰ء